بُشریٰ سعید

من ناداں دل بس تھوڑا

digest novels lovers group ❤❤

کال بیل پر انگلی رکھتے ہی اس کے جسم نے ایک ہچکولا کھایا تھا اور وہ بے اختیار لڑکھڑاتے ہوئے چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ دل اس طرح ڈوب کر دھڑکا تھا جیسے آخری بار دھڑک رہا ہو۔ کئی لمحے تک سارے بدن میں ایک ارتعاش سا برپا رہا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ کال بیل کو چھونے سے اسے الیکٹرک شاک لگا تھا۔ بلکہ ان ساری کیفیات کا باعث وہ بھورے رنگ کا کتا تھا جو گیٹ کے نیچے تنگی سلاخوں سے اس پر غرایا تھا۔ اور یقیناً "اس پر بھونکنے کے لیے اس نے اپنے جسم کی ساری توانائی خرچ کر دی تھی۔ وہ کئی ثانیے بے جان جسم اور لرزتی ٹانگوں کے ساتھ کھڑی خالی خالی نظروں سے اسے گھورتی رہی۔ جیسے ہی وہ کچھ حواسوں میں آئی سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ ایک موٹا سا پتھر اٹھا کر اس زور سے تاک کر کتے کی تھوتھنی پر مارا کہ وہ درد سے بلبلا کر چیں چیں کرنے لگا۔ ستم اٹھانے کے باوجود اس کی اولوالعزمی میں چنداں فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اب بھی باہر نکلنے کی جستجو میں بے چین نظر آ رہا تھا، کبھی وہ تنگ سلاخوں میں سے پنجے باہر نکال کر ہوا میں لہراتا اور کبھی نچلے خلا سے تھوتھنی باہر کو دھکیلنے لگتا۔ اس کے جارحانہ تیوروں سے عیاں تھا کہ اگر گیٹ کھلا ہوتا تو وہ ایک لمحے میں اسے نوچ ڈالتا۔

"او خدایا! یہ اکیڈمی والوں نے مجھے کس خطرناک جگہ پر بھیج دیا ہے۔" اس نے گیٹ سے اپنا فاصلہ مزید بڑھاتے ہوئے سوچا۔ اس خونخوار کتے کی موجودگی میں تو ہرگز یہاں نہیں آیا جا سکتا۔ اسے آج موقع نہ ملا تو پھر کبھی اس کا داؤ چل جائے گا۔" اس نے مدد کے لیے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ لیکن دور دور تک سڑک سے اٹھتی گرد اور دھوپ کی جلن سے سہمے ہوئے درختوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ بھونکتے بھونکتے کتے کا گلا بیٹھ گیا تھا۔ لیکن اسے تو جیسے کسی بات کی پروا ہی نہ تھی۔ اور وہ اس پر حملہ کرنے کی چاہ میں نیم دیوانہ سا ہو چلا تھا۔ وہ کافی دیر تک چلچلاتی دھوپ میں کھڑی انتظار کرتی رہی کہ شاید گھر کے مکینوں میں سے کوئی اس کی دادرسی کے لیے آ پہنچے۔ لیکن ان لوگوں کے کان پر تو جیسے جوں تک نہ رینگ رہی تھی۔ حالانکہ اس کے خیال میں کتے کا "راگ رنگ" ایسا روح فرسا تھا کہ قبروں میں سوئے ہوئے مردوں کو بھی جھنجھوڑ ڈالتا۔

"کیسے لاپروا لوگ ہیں گھر میں بلا کائے ہوئے کتے چھوڑ کر خود چین سے بیٹھے ہیں۔" اس نے دوبارہ بیل بجانے کے خیال پر لعنت بھیجتے ہوئے واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔ کئی روز کی تگ و دو کے بعد ایک اکیڈمی کے ذریعے اسے یہ ٹیوشن ملی تھی۔ پیسے بھی اچھے مل رہے تھے اور یہ کالونی بھی اس کے گھر سے زیادہ دور نہ تھی۔ اس لیے اس نے خود گھر آ کر پڑھانے کی ہامی بھر لی تھی۔ پہلے وہ کچھ متذبذب تو تھی لیکن کالج کے اخراجات پورے کرنے کے لیے ٹیوشن پڑھانا ناگزیر

ہو چکا تھا اور آج پہلے دن جب وہ مقررہ وقت پر پہنچی تھی تو کتے کے مذموم ارادے آڑے آ گئے تھے۔ وہ سڑک پار کر چکی تھی اور اس گھر سے اس کا فاصلہ خاصا بڑھ گیا تھا۔ لیکن کتا ابھی تک بدستور بھونک رہا تھا گو کہ اس کے بھونکنے کی استعداد اب خاصی ماند پڑ چکی تھی اور وہ تقریباً" کھانسنے لگا تھا لیکن اس کے جنون میں کمی نہیں آئی تھی' اس نے جیسے ہی مڑ کر ایک نظر پیچھے ڈالی کتا پوری طرح اچھل کر زور و شور سے واویلا مچانے لگا' کتے کے اس توہین آمیز انداز نے اسے پتنگے سے لگا دیئے وہ تقریباً" دوڑتے ہوئے واپس آئی اور ایک پتھر اٹھا کر اس کا نشانہ لینے لگی۔

"کوئی بات نہیں چاہے یہ ٹیوشن میرے ہاتھ سے چلی جائے لیکن میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں یہیں سے پتھر مار مار کر تمہیں سنگسار کر دوں گی۔ میں نے بہت برداشت کر لیا۔ بے ہودگی کی کوئی حد ہوتی ہے۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے پتھر والا ہاتھ بلند کیا ہی تھا کہ اپنے عقب میں کسی کی آواز سن کر چونکنے پر مجبور ہو گئی۔ بلیک جینز اور وائیٹ اینڈ بلیو لائننگ والی شرٹ میں ملبوس وہ خاصا ہینڈسم سا نوجوان تھا اور غالباً" اسی سے مخاطب تھا کیونکہ کتا تو شاید اس کا

مخاطب نہیں ہو سکتا تھا۔

"محترمہ آپ اس بے بس جانور پر سنگ باری کر کے قتل جیسے قبیح فعل کی مرتکب ہونا چاہتی ہیں۔"

"آپ کس خوشی میں مجھ سے بے تکلف ہو رہے ہیں۔ یہاں سے چلتے پھرتے نظر آئیے۔ ورنہ میں یہ سنگ باری آپ پر بھی کر سکتی ہوں" اتنی دیر سے دھوپ کی تندی اور کتے کی ہاہو کار برداشت کر کے وہ سخت جھنجھلائی ہوئی تھی اوپر سے اس اجنبی کا انداز تخاطب اسے مزید تپا گیا تھا۔

"مجھے خاکسار کو تابش کہتے ہیں اور میں جانوروں کے لیے اپنے دل میں نہایت نرم گوشہ رکھتا ہوں۔" اس کے لہجے کا نوٹس لیے بغیر وہ ڈھٹائی سے گویا ہوا۔

"کیا پوچھ سکتا ہوں اس معصوم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے۔"

"معصوم۔۔۔؟" اس نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے دہرایا۔

"ذرا اس معصوم کو موقع تو دے کر دیکھیے جب یہ آپ کی لاش بھنبھوڑ رہا ہوگا تب آپ کو اس کی "معصومیت" کا صحیح اندازہ ہوگا اور اب اپنا راستہ ناپیے۔ میں ہر ایرے غیرے سے بات چیت نہیں کیا کرتی۔" وہ تیوریاں چڑھا کر کاٹ کھانے والے لہجے میں بولی۔

"نہیں تو آپ کو یہ بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اگر آپ اس غریب کو اس قدر ستائیں گی تو یہ گیٹ کے اوپر سے بائی جمپ کے ذریعے آپ پر حملہ کر دے گا۔ اور ممکن ہے اب تک یہ ترکیب اس کی سمجھ میں آچکی ہو۔"

"آپ مجھے ڈرانے دھمکانے میں وقت ضائع نہ کریں۔ میں ہر ترکیب سے خود نمٹ سکتی ہوں۔" اس نے لہجے کو حتی الامکان پرسکون رکھنے کی کوشش کی۔ حالانکہ اس دل دہلا دینے والے انکشاف پہ اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔ اور وہ غیر محسوس طور پر قدم بقدم پیچھے ہٹنے لگی تھی۔

وہ کچھ دیر تو کھڑا اس کے چہرے کے تنے نقوش دیکھتا رہا اور پھر کندھے اچکاتے ایک طرف چل پڑا۔

اسے واپس مڑتا دیکھ کر اس کو ایک خیال سوجھا اس نے آواز میں حتی الوسع مٹھاس گھولتے ہوئے اسے پکار لیا۔

"بھائی میرا ایک کام تو کر دیجیے۔"

وہ یکبارگی تڑپ کر مڑا تھا۔

"بھائی؟" "آپ اتنی بدذوق ہو سکتی ہیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا" اس آگ برساتے موسم میں آپ کی زبان نے جو شعلہ اگلا ہے اس نے میری روح کو بھی جھلسا ڈالا ہے۔"

"اب آپ کی عمر اتنی زیادہ بھی نہیں ہے کہ میں آپ کو انکل کہوں اور اگر مجھے آپ سے کام پڑ ہی گیا ہے تو اتنا بھی مت پھیلیے بس ذرا یہ کال بیل تو بجا دیں۔"

"کیا۔۔۔؟" وہ اچھل کر پیچھے ہٹا۔

"آپ نے میری جان کو اس قدر ارزاں سمجھ رکھا ہے یقین مانیے میری اس کتے سے ہرگز کوئی جان پہچان نہیں ہے۔"

"تو پھر جائیے یہاں کھڑے میرا دماغ کیوں چاٹ رہے ہیں۔" اس نے ماتھے پر آئے پسینے کو اس زور سے پونچھا کہ جلد دکھنے لگی۔

"خیر اب میں ایسا بھی گیا گزرا نہیں ہوں کہ ایک دکھی حسینہ کی اتنی سی مدد نہ کر سکوں نجانے کیوں آپ کے لیے جان جوکھوں میں ڈالنے کو جی چاہ رہا ہے۔" وہ تیز قدموں سے گیٹ کی طرف بڑھا اس کے قریب آنے پر کتا حیرت انگیز طور پر پرسکون ہو گیا تھا اور اب دم ہلاتے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔

"اے نیڈو چلو بھاگو یہاں سے۔" اس نے کتے کو پچکارتے ہوئے گیٹ اندر کو دھکیل دیا۔

"آئیے محترمہ تشریف لائیے۔" وہ سیاہ بھنورا آنکھوں میں شرارت لیے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا۔ کتا وہاں سے غائب ہو چکا تھا وہ ہونقوں کی طرح ابھی تک وہیں جمی کھڑی تھی۔ ویسے معاملہ کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آچکا تھا یقیناً "یہ لڑکا اس گھر کا

digest novels lovers group

رستے والا تھا۔ اسی لیے کتے نے اس قدر شناسائی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"گھٹیا، بدمعاش، لفنگا" اتنی دیر سے دھوپ میں کھڑے ہو کر تعفن فرمایا جا رہا تھا میرا تو میک اپ بھی بہہ کر برابر ہو چکا۔" وہ دل ہی دل میں اسے کوستے ہوئے ساتھ ہو لی۔

"ویسے مجھے آپ سے اسی گھٹیا رویے کی توقع تھی اور میں نے آپ کے بھونڈے مذاق کو ہرگز انجوائے نہیں کیا" اس نے حساب برابر کرنا ضروری سمجھا۔ جواب میں وہ کچھ بولنے کے لیے منہ کھول ہی رہا تھا کہ ڈرائنگ روم سے باہر نکلتی خاتون کو دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"ارے یہ کون ہیں؟؟"

"بھائی دراصل یہ نیڈو کو قل۔۔۔"

"جی میں ٹیوشن پڑھانے آئی ہوں۔" اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"اوہ تو آپ ہیں نکھم" "آپ پہلے ہی دن آدھا گھنٹہ لیٹ ہیں۔" رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے خاصے روکھے پھیکے لہجے میں کہا گیا۔

"اگر آپ اس گھر میں ٹیوشن پڑھانا چاہتی ہیں تو وقت کی پابندی آپ کے لیے لازمی ہوگی۔ بے بی کو پانچ بجے قاری صاحب پڑھانے آتے ہیں۔ بہرحال آپ ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیے۔ بے بی وہیں انتظار کر رہی ہے۔ مجھے دراصل ایک پارٹی میں پہنچنا ہے۔ اس لیے میں آج آپ کو وقت نہیں دے سکوں گی۔ انشاءاللہ کل آپ سے تفصیلی ملاقات ہوگی۔" وہ اسے کچھ بولنے کا موقع دیے بغیر عجلت میں کہتے ہوئے پورٹیکو میں کھڑی مرسڈیز کی طرف بڑھ گئیں۔

"ہونہہ بدذات، مغرور عورت جیسے میں تو اس گھر کی چاکری کرنے کے لیے مری جا رہی ہوں۔" اس نے نخوت سے ہنکارا بھر کر ڈرائنگ روم کا رخ کیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی خنک ہوا کا جھونکا چہرے سے ٹکرایا تھا۔ اے سی کی ٹھنڈک سے رچے بسے اس کمرے میں آنے کے بعد اسے حقیقی معنوں میں دوزخ اور جنت کا فرق معلوم ہو رہا تھا۔ سامنے صوفے پر ایک پانچ چھ سال کی دبلی پتلی بچی بیٹھی تھی اور اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیا آپ میری ٹیوٹر ہیں۔" وہ آگے بڑھ کر اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"جی میں آج سے آپ کو پڑھایا کروں گی۔" وہ خاصے شگفتہ لہجے میں بولی تھی اور اسے خود اپنے لہجے پر حیرت ہو رہی تھی شاید کمرے کی پرسکون مہکتی خنک فضا نے اس کے حواس پر اچھے اثرات مرتب کیے تھے

"آپ کا نام کیا ہے؟؟"

"الغایہ۔"

"کیا کہا؟ انگایا" اس نے اس نامانوس سے نام کو زیرلب دہراتے ہوئے بچی کی طرف غور سے دیکھا۔ اسے تو اس باریک سی بچی میں گائے والی کوئی خصوصیات نظر نہیں آ رہی تھیں

"آج کل والدین بھی بچوں کے کیسے عجیب و غریب نام رکھنے لگے ہیں۔ خیر میری بلا سے انگایا چھوڑ ال بھینسا رکھ لیں۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے بچی کی طرف متوجہ ہوئی۔ جو بڑے شدومد سے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"انگایا نہیں الغایہ" اس نے تلفظ پر پورا زور لگا دیا تھا۔

"اس سے بھی کچھ خاص فرق نہیں پڑا۔" وہ بڑبڑائی۔

"آنٹی کون سی بک نکالوں۔"

"کیا میں تمہیں آنٹی نظر آ رہی ہوں۔" اس کا والیوم خاصا لاؤڈ ہو گیا تھا۔ "میرا مطلب ہے ٹیچر کو آنٹی تو نہیں بولتے، آپ مجھے مس کہہ لیں۔" دوسرے ہی لمحے اس نے شگفتگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ پہلا ہی دن تھا اور بچی کو خوفزدہ کرنا کچھ مناسب نہ تھا۔

"اچھا آپ اردو کی کاپی نکالیں۔ پہلے میں آپ کا اردو کا ٹیسٹ لوں گی۔ انگلش میڈیم اسکولز میں پڑھنے والے بچوں کی اردو ہمیشہ ویک ہوتی ہے۔" اس نے الغایہ کو

جملے بنانے کے لیے کچھ الفاظ لکھوا دیئے اور خود گھروالوں کو جملوا تیں سنانے لگی۔ جنہوں نے ابھی تک اسے پانی کا بھی نہیں پوچھا تھا اور وہ نیم مخمور سا نوجوان بھی کہیں غائب ہو چکا تھا۔

"یہ لیجئے مس آنٹی لائم جوس پی کر دماغ کے کھولاؤ کو کم کیجئے۔" وہ اچانک ہی کہیں سے نمودار ہوا تھا۔ شاید دوسری طرف کے دروازے سے اندر آیا تھا اور یقیناً "چھپ کر باتیں بھی سن رہا تھا۔ ورنہ آنٹی اور مس والا تذکرہ کیوں کرتا۔

اس نے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے ایک ادائے بے نیازی سے گلاس ٹرے سے اٹھانا چاہا تو اس نے ایک جھٹکے سے ٹرے پرے کر دی۔

"آپ تو ایسے جوس پر لونی پڑ رہی ہیں جیسے زندگی میں پہلی بار آپ کے ساتھ ایسا اتفاق ہو رہا ہو۔"

نگہہم کا ہاتھ ابھی تک فضا میں معلق تھا اور خفت کے مارے پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی۔ "میں نے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی کیوں؟" وہ نظریں جھکا کر خود کو لعن طعن کرنے لگی۔ شرمندگی سے زمین میں گڑی جا رہی تھی۔ اوپر سے القابیہ نے نہایت خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

"یا خدا! اسے اٹھا لے یا ــــ" وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ "یا اسے ہی اٹھا لے۔" اس نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک وہ کمرے میں رہے گا اس کی طرف نہیں دیکھے گی۔

"ارے خواہ مخواہ شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے خطر سارا گلاس چڑھا جائیے آپ سے کوئی نہیں چھینے گا۔" وہ بڑی فرصت سے عین اس کے سامنے صوفے پر براجمان ہو چکا تھا۔ جوس کا گلاس سینٹر ٹیبل پر رکھا ہوا اس کی نظروں کے فوکس میں تھا اور مسلسل اسے ترغیب دے رہا تھا۔ پیاس سے حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔ لیکن انا کا تقاضا تھا کہ وہ پیاس سے جان بلب ہو جائے لیکن جوس کو پینے کا گمراہ کن تصور بھی اپنے ذہن میں نہ لائے وہ براہ راست تابش کی طرف دیکھنے سے احتراز برت رہی تھی۔ لیکن اسے احساس تھا کہ وہ مسلسل اسے ہی گھورے جا رہا ہے۔

"کیا یہ اسی طرح سر پر سوار رہے گا۔" اس نے کلس کر سوچا اور اس کی طرف سے قدرے رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔

"مس میں نے جملے بنا لیے ہیں آپ انہیں چیک کر کے مجھے اشارہ ضرور دیجئے گا۔" القابیہ نے کاپی اس کی طرف بڑھائی۔ پہلا جملہ پڑھتے ہی اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

"علی نے عید پر سفید کتا پہنا۔"

"ہائیں یہ کیا لکھا ہے۔"

"وہ آپ کو پڑھنا نہیں آتا مس۔" وہ تاسف کا اظہار کرتے ہوئے اس کے قریب کھسک آئی۔

"کوئی بات نہیں میں آپ کو پڑھنا سکھا دوں گی۔"

"خاموش بیٹھو اور مجھے چیک کرنے دو۔" اس نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ تابش کی موجودگی اسے سخت کوفت میں مبتلا کر رہی تھی۔ اگلا جملہ پہلے سے بھی بڑھ کر تھا۔

"بے چاری بڑھیا لڑکیاں بیچ کر گزارا کرتی تھی۔"

"کیسی مجرمانہ سوچ ہے اس چھوٹی سی بچی کی۔" اس نے جان بوجھ کر کاپی جوس کے گلاس پر پٹخ دی۔ گلاس اس دھچکے کو سمار نہ سکا تھا اور الٹ کر ایک چھناکے سے نیچے جا گرا۔ تابش جوس کے چھینٹوں سے بچنے کے لیے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے آپ نے تو پہلے ہی دن ہمارے گھر میں توڑ پھوڑ شروع کر دی ہے۔ مانا آپ پہلی دفعہ مہذب دنیا میں آئی ہیں لیکن اب آپ کو پرانے طور طریقے چھوڑ دینے چاہئیں۔"

"آپ خود ہوں گے جنگلی۔" اس کے صبر کا پیمانہ اب چھلک رہا تھا۔

"میں نے آپ کو جنگلی کب کہا۔ اگر آپ خود ایسا سمجھتی ہیں تو یہ آپ کی خود شناسی کی دلیل ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے مسلسل طنزیہ طنز کیے جا رہا تھا۔

"آپ یہاں سے جاتے ہیں یا میں آپ کو دھکے دے کر نکالوں۔" غصے کے مارے اس کی گردن کی

رگیں ابھر آئیں۔

"چہ خوب یعنی اب میرے گھر میں مجھی کو دھکے دیئے جائیں گے۔"

"پھر آپ نے مجھے اشارہ تو دیا ہی نہیں۔" الغایہ اب تک اپنی کاپی میں کسی متوقع اشارے کو ڈھونڈ رہی تھی اور شاید اسی لیے خاموش تھی۔

"تمہیں تو اس شاندار کارکردگی پر ستارہ جرات سے نوازنا چاہیے۔ میں جا رہی ہوں اور اگر تم اور وہ کتا اس گھر میں مستقل رہتے ہو تو شاید میں الغایہ کو نہ پڑھا سکوں۔" وہ دروازہ ایک دھماکے سے بند کر کے باہر نکل آئی۔ باہر نکلتے ہی لوکے تھپیڑے نے اس کا استقبال کیا تھا۔ شدید پیاس، جان لیوا گرمی اور اس قدر توہین کا احساس اسے رونا آ رہا تھا۔ لیکن سامنے دیکھتے ہی اسے حقیقتاً رونا آ گیا۔ نیڈو آنکھوں میں عجیب وحشیانہ چمک لیے ننھے تلے قدموں سے اسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خوف سے اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"یا اللہ، مجھے اس موذی سے بچا لینا۔" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تابش ذرا تنگ دم کے دروازے پر کھڑا اس کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"اگر اس کتے نے مجھ پر حملہ کیا تو میں تمہاری تکہ بوٹی کر دوں گی۔ میں، میں اس گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی۔" خوف سے اس کی زبان میں لکنت آ گئی تھی اور جو الابلا منہ میں آ رہا تھا بولے جا رہی تھی۔

"میں تم سب کو دیکھ لوں گی۔"

تابش کی مسکراہٹ اور سکون میں سرمو فرق نہ آیا تھا۔

"آپ خود ماشاءاللہ اتنی باوصف ہیں۔ یہ بے چارہ آپ کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔" اس کی طرف سے تحور پن کی انتہا پر نگہت کی ٹانگوں کی لرزش میں اضافہ ہو گیا۔ نیڈو کی اس سے قربت خطرناک حد تک بڑھ چکی تھی اور اس کے حلق سے نکلنے والی غراہٹیں اسے تی جان سے لرزا رہی تھیں۔

"الغایہ!" اس نے گھگھیاتے ہوئے پکارا۔ کتے نے یکدم اس کی طرف چھلانگ لگا دی بس پھر کیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے دل خراش چیخوں کا تانتا باندھ دیا۔

"کیا ہوا مس؟" الغایہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلا رہی تھی۔

"آپ رو کیوں رہی ہیں؟" اس نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں۔ تو نیڈو کو تابش کے قدموں میں لوٹتے دیکھ کر اس کا جی چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے لیکن اس "وہ" سے مراد وہ تھا جو منہ پھاڑ کر یوں قہقہے لگا رہا تھا جیسے کوئی میدان مار لیا ہو۔ اس نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے الغایہ سے ہاتھ چھڑایا اور تقریباً بھاگتے ہوئے گیٹ سے باہر نکل آئی۔ تابش نے گیٹ تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

"کل آپ کس وقت آئیں گی دیکھیے ذرا جلدی آ جائیے گا کہیں بھابھی آپ کو نکال کر کوئی نئی ملازمہ نہ رکھ لیں۔" وہ اپنے گھر تک اسے انواع واقسام کے نازیبا ناموں سے یاد کرتی ہوئی آئی تھی۔ آج کا دن اس قدر منحوس ثابت ہوگا۔ اگر اسے علم ہوتا تو کبھی گھر سے قدم باہر نہ دھرتی۔ اتنے صدمات اٹھانے کے بعد ایک اور حادثہ اس کا منتظر تھا۔ ویگن میں اسے پچھلے حصے میں بیٹھنے کی جگہ میسر ہو سکی تھی۔ بے طرح پیاس اور اعصاب شکن تذلیل نے اس کی رگ رگ میں کھچاوٹ پیدا کر دی تھی۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں تھی کہ کنڈیکٹر کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ اس سے کرایے کے پیسے مانگ رہا تھا۔ اس نے گود میں رکھے پرس کو ٹٹولا اور یہ جان کر اسے اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی کہ وہ عجلت اور غصے میں اپنا پرس الغایہ کے گھر ہی چھوڑ آئی تھی اور اس وقت اس کے پاس ایک دھیلا بھی موجود نہ تھا۔ وہ کنڈیکٹر کی پھیلی ہوئی ہتھیلی پر نظریں گاڑے آنکھوں میں آنے والے آنسوؤں کو واپس دھکیلنے کی کوشش میں گم صم سی بیٹھی رہی۔ کنڈیکٹر نے بھی شاید اس کی پریشانی کو بھانپ لیا تھا۔ وہ رومانویت کی حدود کو چھوتے ہوئے لہجے میں

بولا۔

"کوئی بات نہیں بادشاہو' آپ بے شک کرایہ نہ دیں۔ ہمارے لیے تو یہی بہت ہے کہ آپ ہماری ویگن میں بیٹھ گئی ہیں۔" نکھیم نے ذرا ذرا نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ آنکھیں نیم وا کیے بڑے ہی مخمور انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ کرایہ ادا نہ کر کے جو جرم اس سے سرزد ہوا تھا اس کی پاداش میں اسٹاپ آنے تک کنڈیکٹر اسے 'ٹھمریاں' دادرے اور ہلکے پھلکے گیت سنا تا رہا تھا۔

گھر کے دروازے پر پہنچ کر اس نے بیل پر انگلی رکھی تو پھر اٹھانا ہی بھول گئی۔ آج کے کٹھن سفر کی تھکن نے اسے نیم جان سا کر دیا تھا۔ چند لمحے کھڑے رہنا بھی محال ہو رہا تھا۔

"خدا غارت کرے تجھے' کیا گھنٹی کے ساتھ چپٹ گئی ہے۔" اماں نے دھاڑ سے دروازہ کھول کر لال آنکھوں سے اسے گھورا۔

"ادھر تیرے ابا کے ملازم ہیں جو تیرے قدموں کی دھمک سنتے ہی دروازہ کھول کر بچھ بچھ جائیں۔" "نہیں شاید نیند سے اٹھائے جانے کا بست قلق ہوا تھا۔ وہ سنی ان سنی کرتے ہوئے تیر کی مانند کچن کی طرف لپکی۔ جلتے حلق کی آگ بجھا کر جیسے ہی دیگچی کا ڈھکن اٹھا اس کے منہ سے سسکاری نکل گئی۔

"اماں یہ کیا ٹنڈے ہیں؟"

"نہیں باشپاتیاں ہیں۔" وہ برآمدے سے ہی تیز آواز میں بولیں۔

"آج تک تو نے بیسیوں بار ٹنڈے دیکھے اور کھائے۔ کیا اب تک پہچان نہیں ہو پائی۔" اس نے ٹنڈوں کو نہایت حقارت سے دیکھ کر ڈھکن زور سے پٹخ دیا اور کچن کے دروازے کی طرف مڑ گئی۔ لیکن دروازے کے پاس پہنچ کر ایک دم پلٹی۔ واپس آکر دوبارہ ڈھکن اٹھایا اور ٹنڈوں کو نکال نکال کر پلیٹ میں پٹخنے لگی۔ پیٹ کے دوزخ کی حد سے بڑھتی ہوئی طلب نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ورنہ وہ کبھی ٹنڈوں سے سمجھوتہ نہ کرتی۔ وہ ٹنڈوں کو یوں چبا چبا کر کھا رہی تھی جیسے تابش کا نرخرہ چبا رہی ہو۔ یہ خیال اس کی جھنجلاہٹ اور کوفت میں اضافہ کا باعث تھا کہ کل اسے پھر اس گھر میں جانا تھا جہاں اس ذلیل تابش کی وجہ سے وہ بے تحاشا شرمندگی اٹھا چکی تھی۔ حالانکہ وہ تو یہ ٹھان کر وہاں سے نکلی تھی کہ دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کرے گی لیکن پرس کے وہاں رہ جانے کے باعث دوبارہ جانا ازحد ضروری ہو گیا تھا۔

"اس گھر کے بارے میں تو کچھ بتا۔ جہاں تو پڑھانے گئی تھی۔ کیسے لوگ ہیں کیسا رہن سہن ہے۔" اماں کچن میں آکر اس کے سامنے موڑھے پر بیٹھ گئیں۔ وہ مختصراً انہیں بتانے لگی۔ لیکن جان بوجھ کر تابش والا قصہ گول کر گئی۔ وہ اس واقعے کا ذکر کر کے مزید بدمزگی پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"چلو پھر تو ٹھیک ہے۔ کوئی خاص مشقت بھی نہیں اور اچھے بھلے روپے بھی مل رہے ہیں تو دو چار اور گھروں کے بچے بھی پڑھا دیا کر۔ ہاں یاد آیا کل زینی کا اردو کا پرچہ ہے۔ اسے تو ذرا تیاری کروا دے۔ اس کی ماں تو ابھی مرگ والے گھر سے لوٹی نہیں اور بے چاری بچی صبح سے قاعدہ لے کر بیٹھی تیری راہ تک رہی ہے۔"

"کیا؟" اس کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا۔

"بس بس اب یہ نہ کہنا کہ میں جل جوت کے لوٹی ہوں' تھکن سے برا حال ہے۔ ابھی سے بچی کو پڑھانے بیٹھ جا' شام ہونے کو آئی ہے۔" اماں اٹھ کر باہر چلی گئیں۔

زینی اس کے تاثرات دیکھتے ہی خوف سے سمٹ گئی تھی۔

"لاؤ کہاں ہے قاعدہ؟" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں دھاڑی۔

سہمی ہوئی بچی نے جلدی سے قاعدہ اس کی جھولی میں پھینک دیا۔ "کیا ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں؟ لیسو پنجو کھیلتے ہوئے تو کبھی نہیں ٹوٹیں۔" صبح سے اس کے ذہن میں لاوا سا پک رہا تھا۔ جو کسی طرح باہر کا راستہ چاہتا تھا۔ اب زینی کی صورت میں ایک آسان ہدف

digest novels lovers group

اسے مل چکا تھا اور جھنجلاہٹ نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود کرلی تھیں۔ چند ہی لمحوں میں کمرہ ایک پرائیوٹ عقوبت خانے کا منظر پیش کرنے لگا۔ "میم الف ما۔ رے سا کن سار"

"میم الف مو۔ رے۔ مور" زینی خوف سے مغلوب آواز میں منمنائی تھی۔

"میم الف مار۔ رے سا کن مار۔" اس نے زینی کی کمر میں دھموکا جڑا۔

"یہ ہوتی ہے مار! میم الف ما، رے الف را۔ مارا۔ ایسے مارا جاتا ہے۔" دوسرے وار سے زینی اڑتی ہوئی زمین پر آرہی تھی۔ نگہبہ پر تو وحشت سوار ہوچکی تھی۔ اس نے زینی کو دھنک کر رکھ دیا۔ چیخ و پکار کی آوازیں سن کر اماں دوڑتی ہوئی اندر آئیں تو یہ دیکھ کر ان کا کلیجہ دہل گیا کہ زینی کو پہچاننا خاصا مشکل امر ہوچکا تھا۔ اماں تو کیا اس کی اپنی ماں بھی اس وقت اپنی لخت جگر کو دیکھتی تو پہلی نظر میں دھوکا کھا جاتی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں پر فقط اتنی پلکیں باقی رہ گئی تھیں جنہیں آسانی سے گنا جا سکتا تھا۔ وہ کسی نچے کھچے پرندے کی مانند نظر آرہی تھی اس وقت وہ زمین پر گری تھر تھر کانپ رہی تھی اور نگہبہ کسی جلاد کی مانند اس کے سر پر تن کر کھڑی تھی۔

"باہر سے کسی کا کلیجہ چبا آئی ہے کیا؟ ڈائن بن کر معصوم بچی کو بھنبھوڑنے لگیں۔" انہوں نے اسے دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور لرزتی ہوئی زینی کو آغوش میں بھینچ لیا۔

"کیا اس کو بھی ایسے پڑھا کر آئی ہے۔"

"اماں میں تو اسے......"

"دیکو اس بند کر۔ گھر آتے ہی آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔ باہر تو لوگ جوتے بھی ماریں وہ بھی بھلے لگتے ہیں۔ ذرا سا بچی کو پڑھانے کا کہہ دیا۔ تو اس کی جان کے در پے ہوگئیں۔"

"اماں میں نے تو آہستہ سے اسے ٹھوکا دیا تھا یہ پھسل کر چارپائی سے گر پڑی۔ آپ تو خواہ مخواہ بات بڑھا رہی ہیں۔"

"غضب خدا کا یہ تیری آہستہ ہے۔ جب میں اندر آئی ہوں تو تو آنکھوں میں خون لیے بچی پر چڑھ کر بچی کا گلا دبوچنے کو تھی۔ اگر میں نہ پہنچتی تو شاید اب تک تو اس کا ٹینٹوا بھر چکی ہوتی۔" اماں ہچکیاں لیتی زینی کو خود سے چمٹائے مسلسل اس کی کمر سہلا رہی تھیں۔ لیکن اب تک اس کے جسم پر خفیف سی کپکپی طاری تھی۔

"چل اب دفع بھی ہو یہاں سے قصاب زادی۔" اماں نے نفرت سے رخ پھیرتے ہوئے اسے باہر کو دھتکارا اور وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے پیر پٹختے ہوئے برآمدے میں آگئی۔

♥ ▽ ▽ ♥

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ جوس کے ایک گلاس سے محرومی کے دکھ کو یوں دل کا روگ بنا لیں گی تو میں کل ہی آپ کو جوس میں نہلا دیتا اور اب بھی میں اپنی اس کوتاہی کا ازالہ کرنے کے لیے بے چین ہوں۔ مجھے ایک موقع تو دیجیے۔" وہ جب سے آئی تھی تابش مسلسل اس کے کان کھا رہا تھا۔

"الفایہ اب تک نہیں آئی۔" اس نے بظاہر اسے نظر انداز کرتے ہوئے لاتعلقی کا اظہار کیا۔

"آپ کو بتایا تو ہے وہ سوئمنگ کاسٹیوم چینج کر کے ابھی آرہی ہے۔ آپ اسے چھوڑیے اور مجھ پر توجہ دیجیے۔ کل آپ کے رخصت ہونے کے بعد جیسے میری دنیا ہی اندھیر ہوگئی اور مجھے اندازہ ہوا کہ چند لمحوں کی ملاقات میں آپ میرے لیے کیا حیثیت اختیار کر چکی ہیں اور اگر آج آپ اپنا فیصلہ تبدیل نہ کرتیں تو نجانے میں کیا کر بیٹھتا۔" وہ چہرے پر دنیا جہان کی مسکینی سجائے خاصی لاغر سی آواز میں بول رہا تھا۔

"کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو آپ کی بھابھی جان کی منت سماجت سے پسیج کر میں نے یہاں ٹیوشن پڑھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ورنہ میرے فیصلے کی تبدیلی میں آپ کی ذات کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔" اس نے وضاحت کرنا ضروری

سمجھا۔

"اور یقیناً" کچھ دیر بعد آپ نہایت ہی گھسے پٹے الفاظ میں مجھ سے پہلی نظر میں محبت کا دعویٰ کرنا چاہ رہے ہوں گے۔ اگر آپ ایسی کوئی تکلیف محسوس کر رہے ہیں تو میں آپ پر واضح کر دوں کہ مجھے آپ کی اوٹ پٹانگ شخصیت سے ہرگز کوئی دلچسپی نہیں ہے' میں نے آپ کی کل والی بدتمیزی کو نظر انداز کر دیا ہے اسے ہی بہت سمجھیے اور آپ یہاں سے تشریف لے جائیے کیونکہ مجھ میں آپ کو مزید برداشت کرنے کی ہمت نہیں رہی۔"

"بھئی اعظم جلدی سے آؤ۔" اس نے جیسے کوئی بات سنی ہی نہ تھی۔ اس کے پکارنے پر ایک آدمی جو حلیے سے خانساماں لگ رہا تھا ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر چلا آیا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔ یہ دیکھیے مس نگہم میری بے قراری کا اندازہ لگائیے۔ میں نے آپ کے لیے کیا کیا اہتمام کیا ہے۔ بس اتنی سی التجا ہے کہ آپ پرانی باتوں کو بھول جائیں۔ یہ لائم جوس سے بھرا جگ' یہ کافی' ملک شیک' پیسٹریز' ٹرائفل یہ سب کچھ آپ کے لیے ہے۔" وہ کھڑا ہو کر ٹرالی پر رکھی چیزوں کے نام گنوانے لگا۔

جبکہ وہ حیرت سے ٹرالی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس پر اندازاً" چھ آدمیوں کے لیے لوازمات سجے ہوئے تھے۔

"ہوں تو میرے حسن کا جادو چل گیا۔" اپنے چہرے پر تابش کی بہکی نگاہوں کی حدت محسوس کر کے اس کی رگوں میں دوڑتے خون کی گردش تیز ہو گئی۔

"آپ پلیز کچھ لیجیے نا۔ اگر آپ نے انکار کیا تو میں یہ پرچ چبا کر جان دے دوں گا۔" وہ جھک کر نہایت لجاجت سے کہہ رہا تھا۔

اس کے انداز پر نہ چاہتے ہوئے بھی نگہم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس کی مسکراہٹ کو رضامندی سے تعبیر کرتے ہوئے تابش نے فوراً" ملک شیک کا گلاس اٹھا کر بڑی عاجزی سے اس کی طرف بڑھایا۔ لیکن وہ خاموش بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔ ہاتھ بڑھانے سے جھجک رہی تھی کیونکہ اس سے کچھ بعید نہیں تھا کہ کل والی حرکت آج بھی دہرا دیتا۔

"اچھا تو آپ ابھی تک خفا ہیں۔ اس کا مطلب ہے آپ مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتیں۔ پلیز ایسا ظلم نہ کریں۔" اس نے کربناک لہجے میں کہتے ہوئے گلاس اس سے اس قدر قریب کر دیا کہ مجبوراً" اسے ہاتھ بڑھا کر گلاس تھامنا پڑا کیونکہ تابش نے گلاس کو اس حد تک ترچھا کر دیا تھا کہ اگر وہ نہ پکڑتی تو ملک شیک لازماً" اس کے کپڑوں پر چھلک جاتا۔ اسے ملک شیک پیتے دیکھ کر تابش اطمینان کی طویل سانس خارج کرتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کل نیڈ نے آپ کے ساتھ بہت بدتمیزی کی اس کی گستاخی پر میرا تو خون کھول رہا تھا۔ اس لیے میں نے اسے ٹھیک ٹھاک سزا دی ہے۔"

"وہ کیسے؟" وہ بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

"میں نے اس کا دو وقت کا دودھ بند کر کے اس سے آپ کے لیے ملک شیک تیار کروایا ہے۔"

"کیا؟" اس کے گلاس والے ہاتھ میں لرزش آ گئی۔

"جی ہاں وہ دودھ پینے کے لیے برتن میں تھوتھنی گھسائے بیٹھا تھا کہ میں نے اس کے منہ پر چانٹا رسید کیا اور دودھ ضبط کر کے بٹلر کو دے دیا تاکہ آپ کے لیے شاندار ملک شیک بنا دیا جائے۔"

نگہم کو اس زور سے کھانسی آئی کہ سانس الٹنے لگا۔ وہ اس کی شان میں خاصا طویل قصیدہ کہنا چاہتی تھی لیکن اچھو لگ جانے کے باعث محض بے ہودہ اور کمینہ ہی کہہ پائی۔

وہ اس کی دگرگوں حالت پر فاتحانہ قہقہے بکھیرتا رخصت ہو گیا تھا۔

"میں اتنی بے وقوف ہو سکتی ہوں مجھے یقین نہیں آ رہا۔" اس نے بال مٹھی میں جکڑتے ہوئے سلگ کر سوچا۔

"نگہبم آپ ٹھیک تو ہیں۔" مسز فاکہہ انوار الغانیہ کو ساتھ لیے اندر آئیں تو اس کا متغیر چہرہ دیکھ کر فکر مندی سے انداز میں پوچھنے لگیں۔

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے بمشکل لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"چلو الغانیہ ٹیچر کو سلیبس پیپر نکال کر دکھاؤ اور یہ تو تابش نے آپ کے لیے اچھی خاصی ضیافت کا اہتمام کر ڈالا۔" ٹرالی پر سجی بے شمار چیزوں کو دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"ہم بھی جب وہ ڈرائنگ روم سے جا رہا تھا تو بہت خوش نظر آ رہا تھا لگتا ہے آپ سے صلح ہو گئی ہے وہ اپنے رویے پر سخت شرمندہ تھا اور کل سے آپ کا انتظار کر رہا تھا کہ آپ سے سوری کر سکے۔"

"جی مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو چکا ہے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بظاہر مسکرا کر بولی تھی۔ اس کے بعد وہ نگہبم کے ساتھ الغانیہ کے مضامین ڈسکس کرنے لگیں۔ کچھ ہی دنوں میں وہ مسز فاکہہ انوار کے ساتھ خاصی بے تکلف ہو گئی۔ اس میں اس کی خوش مزاجی کو کوئی دخل نہیں تھا بلکہ مسز انوار تھیں ہی اتنی اچھی کہ ان سے دوستی کرنے کو جی چاہتا تھا۔ اس نے ان کے بارے میں پہلے دن جو تاثر قائم کیا تھا۔ وہ کچھ ہی دنوں میں زائل ہو گیا۔ وہ ہر روز کچھ وقت اس کے پاس ضرور بیٹھتیں اور دوستانہ ماحول میں ان سے بات چیت ہوتی رہتی تھی۔

ان کو بھی اپنی شخصیت میں شاہانہ طمطراق رکھنے والی یہ منفرد سی لڑکی بہت بھائی تھی۔ ان کی پسندیدگی کی ایک اہم وجہ اپنے اکلوتے دیور کی روز بروز بڑھتی ہوئی وارفتگی بھی تھی۔ کچھ ہی دنوں بعد انہوں نے نگہبم کو اسی کالونی کے ایک اور گھر میں ٹیوشن دلوا دی اور وقت بھی ایسا مقرر کروا دیا تھا کہ وہ الغانیہ کو پڑھا کر فارغ ہوتی تو دوسرے گھر میں پڑھانے کا وقت ہو جاتا۔ نگہبم اپنی آمدنی میں اضافے کے باعث کچھ مطمئن تو تھی لیکن چھوٹے بچوں کو پڑھانا کس قدر مشکل کام ہے اس کا اسے پہلے سے ہرگز کوئی اندازہ نہیں تھا گھر میں اگر کبھی وہ بھتیجے اور بھتیجی کو پڑھانے بیٹھتی تو انہیں اس قدر مارتی کہ وہ کئی کئی ہفتے اس کے سائے سے بھی ڈرتے رہتے۔ لیکن ان بڑے گھروں میں تو بچوں سے مار پیٹ کا کوئی تصور ہی موجود نہیں تھا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنے غصے پر ضبط کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نبھا رہی تھی۔ چار سے چھ بجے کا وقت اس کے لیے کسی کڑے امتحان سے کم نہیں تھا۔ بعض اوقات تو بچے اسے اتنا زچ کر دیتے کہ وہ بے اختیار ان کی کھال ادھیڑنے کو مچلنے لگتی۔ لیکن یہ نازک مزاج لاڈلے بچے تو مار کے نام سے بھی نا آشنا تھے۔ اگر کبھی وہ اپنے اسٹوڈنٹس کو جھڑک بھی دیتی تو وہ یوں حیرت سے اسے دیکھنے لگتے جیسے کوئی انہونی ہو گئی ہو۔ اس کے دوسرے اسٹوڈنٹس تو کسی حد تک خاموش طبع اور پرامن تھے لیکن الغانیہ کو تو جیسے خاموشی اور سکون سے بیر تھا۔ وہ عجیب و غریب بے سروپا سوالات کر کر کے اس کا ناک میں دم کر دیتی اور ایسے وقت میں جب اس کا پارہ بہت چڑھا ہوتا تابش اس کے ضبط کو آزمانے پر تل جاتا اور اسے اس بے طرح چڑا دیتا کہ وہ غصے سے پھٹ پڑتی۔

تابش کی لن ترانیاں تو اب معمول کی طرح لگنے لگی تھیں۔ بلکہ اگر وہ کسی دن گھر موجود نہ ہوتا تو نگہبم کو بے عنوان سے اضطراب کا احساس ہونے لگتا۔ لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔ بعض اوقات تو اسے شک ہونے لگتا کہ وہ خاص طور پر اس کی خاطر چار سے پانچ بجے تک کا وقت گھر پر گزارتا تھا اور یہ خیال کچھ ایسا غلط بھی نہ تھا۔ وہ جتنا وقت الغانیہ کے ساتھ موجود رہتی۔ وہ ڈرائنگ روم کے آس پاس ہی منڈلاتا رہتا۔ نجانے اس کی بے چینی میں پیار کا کوئی رنگ تھا یا وہ خود ہی کسی ایسے رنگین پردے کی اوٹ سے دیکھنے لگی تھی کہ اسے تابش کے ہر انداز میں پیار ہی پیار نظر آتا تھا۔

دھیرے دھیرے وہ دھڑکن کے سر تال میں راگ بن کر بس گیا تھا۔ راتوں کی جیب میں کچھ خواب ستارے پلکوں کی منڈیروں پر اتر آتے اور وہ ساری رات پلکیں نہ جھپکاتی کہ کہیں یہ ستارے ٹوٹ کر

digest novels lovers group

ست نہ ہو جائیں۔

"مس ہمیں لان میں بیٹھنا ہوگا' لائٹ گئی ہوئی ہے اور جنریٹر بھی خراب ہے۔" الغایہ نے اطلاع دی تھی۔ وہ لان میں کین چیئرز پر آ بیٹھے۔ فضا میں بادلوں کی آہٹ سن کر بے اختیار ہی اس کا موڈ اچھا ہو گیا تھا۔ موسم کی سانسیں برکھارت کے خمار سے بوجھل تھیں۔ بھیگی ہوا کومل سروں میں سرگوشیاں کر کے بدن میں سرمستی کی روح پھونک رہی تھی۔ بوگن ویلیا کے نازک پھولوں سے چھیڑ چھاڑ کرتی چنچل کوریاؤں کی مدھر جھنکاریں شوخ پروائی کے سرگم سے ہم آہنگ ہو کر عجیب سماں باندھ رہی تھیں۔ اس کے من میں امنگ جاگی کہ دھنک کی پازیب پہن کر تتلیوں کے بے چین رقص میں شریک ہو جائے اور یہ انمول لمحے یونہی ٹھہرے رہیں۔ نجانے کتنی دیر وہ بے خودی لہروں کے دوش پر جھولتی رہی کہ الغایہ نے اس کی محویت کو توڑ دیا اس کی آواز کے پتھر سے خیالات کی روپہلی زنجیر کی کڑیاں ٹوٹ گئی تھیں۔

"کیا بات ہے؟" وہ زہرخند لہجے میں گویا ہوئی۔ اسے الغایہ کی بے جا مداخلت سخت ناگوار گزری تھی۔

"مس آپ مجھے اس تتلی جیسی لگتی ہیں۔" اس نے انگلی سے ایک بے حد شوخ رنگوں والی بڑی سی تتلی کی طرف اشارہ کیا جو ابھی ان کے قریب سے ایک ننھی اڑان بھر کر گزری تھی اور اب دیوار سے لپٹی عشق پیچاں کے سبز لمس کو محسوس کرنے کی جستجو میں اس کا رنگین بدن مسلسل ہلکورے لے رہا تھا۔

الغایہ کی بات سن کر اس نے پہلے تتلی اور الغایہ کو گھورا۔

"بڑے افسوس کی بات ہے الغایہ کہ اپنی ٹیچر تمہیں کیڑے مکوڑوں جیسی لگتی ہے۔"

"آپ ناراض کیوں ہو رہی ہیں' کیا میری بات اچھی نہیں تھی۔"

"بالکل اچھی نہیں تھی بلکہ بہت بری تھی۔ کیا تمہیں میری چھ ٹانگیں' دو پر اور میرے سر پر دو انٹینے نظر آ رہے ہیں۔" اس نے تند آواز میں پوچھا۔

"نہیں تو" الغایہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلانے لگی۔

"تو پھر میں تتلی کیسے ہو گئی۔ تتلی بننے کے لیے یہ ساری خصوصیات ضروری ہیں جو ابھی میں نے گنوائی ہیں اور اب مزید کوئی بے تکی بات مت کرنا۔ خاموشی سے اپنا ہوم ورک کرو۔" اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکاتے ہوئے تنبیہہ کی لیکن وہ الغایہ ہی کیا جو خاموش بیٹھ جائے۔ وہ وقفے وقفے سے کسی نئی گتھی میں الجھ جاتی اور اس کے سلجھاؤ کے لیے نگھہم کے سر ہو جاتی۔

"کیا تم کچھ دیر کے لیے اپنی چونچ بند نہیں رکھ سکتیں۔"

"مس میری تو چونچ ہی نہیں ہے۔ چونچ تو پرندوں کی ہوتی ہے۔ کیا آپ کو نہیں پتا۔"

"او خدایا! اس بالشت بھر کی لڑکی نے تو جان عذاب میں کر دی ہے۔"

"اب اگر تم بولیں تو میں تمہارا قیمہ بنا کر نیڈو کو کھلا دوں گی۔"

"وہ قیمہ نہیں کھاتا مس' اسے تو ہڈیاں چبانا اچھا لگتا ہے" وہ دھمکی کی سنگینی کو یکسر نظرانداز کر کے جلدی جلدی نیڈو کی پسند اور ناپسند کے بارے میں تفصیلاً بتانے لگی۔

نگھہم نے اپنے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا کیونکہ وہ الغایہ کے رخسار کو چھونے کی خواہش میں سخت بے قرار ہو رہا تھا۔

"بس اب تم چھٹی کرو' تمہارے قاری صاحب کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔" وہ دکھتی کنپٹیوں کو دباتے ہوئے بھنچی بھنچی آواز میں بولی۔

الغایہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر صرف ۴۵ منٹ کے قلیل عرصے میں اس کے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔

اس کے جانے کے بعد نگھہم نے اطمینان کی طویل سانس لی اور اٹھ کر یونہی بے مقصد ٹہلنے لگی'

ابھی اس کا جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اس خوابناک ماحول کا تقاضا تھا کہ وہ کچھ دیر یہیں ٹھہر جائے۔ ہوا کے ہاتھ ساز فطرت کے تاروں کو چھیڑ چھیڑ کر ایسی نغمگی پیدا کر رہے تھے کہ جسم کا رواں رواں اس انوکھی لے پر رقصاں ہو گیا تھا" اچانک اس کے تھرکتے قدم جیسے نادیدہ زنجیروں نے جکڑ لیے اور نگاہیں انگور کی اس بیل میں اس طرح الجھی تھیں کہ وہ کئی لمحے مبہوت سی کھڑی رہی' وہ دراصل اس طرف پشت کیے بیٹھی ہوئی تھی' اسی لیے اب تک شیڈ پر چڑھی ہوئی انگور کے گچھوں سے لدی پھندی بیسیوں بیل کھاتی ہوئی یہ بیل اس کی نظروں سے اوجھل تھی۔ اس نے آگے بڑھنے کے لیے قدموں کو جنبش دینا چاہی لیکن قدم تو جیسے وہیں جم کر رہ گئے تھے۔ رس ٹپکاتے سبز انگوروں کی کھلی ترغیب کو نظر انداز کر دینا اس کے بس سے باہر تھا۔

"بے چارے انگور کیسے تھوتھنیاں لٹکائے ترس رہے ہیں کہ کوئی ان کو پیار سے نوچ کھسوٹ کر ان کا مقصد حیات پورا کر دے اور اپنی استعداد سے بڑھ کر بوجھ سنبھالے ہوئے یہ تھکن سے چور بیل کیسی مسکین لگ رہی ہے" وہ انگوروں کی بیل کا دکھ اپنے دل میں محسوس کر رہی تھی۔

"اس گھر کے لوگوں کی بے حسی تو انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور اگر میں یہ کام کروں گی تو اسے ایک نہایت ہی نامناسب نام دیا جائے گا۔" شیڈ کے نیچے کرسی رکھتے ہوئے اس کے ذہن میں "چوری" کا لفظ لہرایا تو ایک لمحے کے لیے اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ "استاد تو قوم کا معمار ہوتا ہے اور ایک معمار باغ اجاڑنے جیسی تخریب کاری کا مرتکب کیسے ہو سکتا ہے۔" استاد کے رتبے اور کردار کے متعلق مختلف اقوال زریں کی ایک طویل فہرست اس کی نظروں کے سامنے مرتب ہونے لگی۔

"یہ سارے اقوال تو استاد کے بارے میں ہیں جبکہ میں تو استانی ہوں۔" اس نے ایک نہایت مضبوط دلیل سے سارے اندیشوں کے پرخچے اڑا دیے' کمر کے گرد دوپٹے کو گانٹھ دے کر اس نے سوچوں کی بندش کا اہتمام بھی کر دیا تھا۔ کرسی پر قدم رکھنے سے پہلے اس نے آخری دفعہ ادھر ادھر دیکھ کر اچھی طرح اطمینان کیا تھا' اس نے ایک ایسے عمر رسیدہ گچھے کا انتخاب کیا' جو اس کے خیال میں زندگی کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں رہا تھا اور ابھی اس کی مشکل آسان کر ہی رہی تھی کہ اعصاب کو جھنجھوڑ دینے والی آواز نے اس کے جسم کی ڈولتی ناؤ کو بھنور کے سپرد کر دیا۔ خاصی دیر تک تو اسے خود پر ہنسنے والے سامنے کی نوعیت سمجھ ہی نہ آ سکی۔ بس ایسا لگا تھا جیسے زمین و آسمان ڈولنے لگے ہوں' شاید اس نے بیل کے نازک سہارے کو تھامنے کے لیے تگ و دو بھی کی تھی جس کے نتیجے میں وہ نہاں نصیب بھی اس کے ساتھ ہی شکستگی سے ہمکنار ہو چکی تھی۔ درد کی ٹیسوں نے دماغ پر چھائے اندھیرے پر تملہ پایا' تو اس نے دھندلائی آنکھوں سے اپنے قریب تابش کو ویڈیو کی زنجیر تھامے ہوئے کھڑے دیکھا' حلق سے نکلتی کراہوں کا گلا گھونٹتے ہوئے لرزتے وجود کے ساتھ اٹھنے کی کوشش میں وہ بری طرح ڈگمگا گئی تھی' پہلی بار اسے احساس ہوا کہ درد کا منبع اس کا بایاں ٹخنہ تھا اور درد کی شدت سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اگر ہڈی نہیں ٹوٹی تھی تو بھی کم از کم زبردست موچ ضرور آ چکی تھی۔

"تو آپ ڈکیتی کی واردات کر رہی تھیں اچھا ہوا جو میں وقت پر پہنچ گیا ورنہ آپ نے تو ہمیں اچھا خاصا جھٹکا لگا دیا تھا۔" تابش کی شوخ آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی جواب میں اس نے کچھ بولنا چاہا لیکن آنسوؤں سے رندھے ہوئے گلے سے آواز ہی نہ نکل سکی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے دیوار کا سہارا لے کر کھڑی تھی' پیر پر ہلکا سا دباؤ بھی ناقابل برداشت اذیت کا باعث تھا۔

"ارے آپ تو مجھے یوں گھور گھور کر دیکھ رہی ہیں' جیسے مجرم آپ نہیں میں ہوں' حالانکہ آپ صحت جرم سے انکار کرنے کی پوزیشن میں ہرگز نہیں ہیں۔ مال مسروقہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں لٹک رہا ہے۔" اس نے انگوروں کے گچھے کی طرف اشارہ

لیا۔ جو ابھی تک اس کی مٹھی میں بھنچا ہوا تھا انجانت سے بے خیال ہوتے ہوئے اس نے جلدی سے کھجھونے کو نیچے پھینک دیا اور آنکھوں سے امڈنے والے آنسوؤں کو روکنے کے لیے بری طرح ہونٹ کچلتے ہوئے زمین پر نظریں جمائے کھڑی رہی۔

"تو اس کا مطلب ہے آپ یوں نہیں مانیں گی، چلیے میں آپ کو لے جا کر پولیس اسٹیشن میں جمع کروا دوں۔" وہ اس کی کیفیت سے بے خبر اپنی ترنگ میں بہے جا رہا تھا۔

"آپ انسان نہیں جانور ہیں، آپ کو ذرہ برابر احساس نہیں کہ آپ کے بے ہودہ مذاق کے باعث میں کس تکلیف سے گزر رہی ہوں۔" آنسوؤں میں بھیگی آواز بمشکل لرزتے ہونٹوں سے برآمد ہوئی تھی۔ درد سہتے سہتے اس کی ہمت جواب دینے لگی اور آنسو ضبط کے بند توڑ کر آنکھوں سے بہہ نکلے تھے، اس کی آواز میں درد کی آمیزش اور رخساروں پر بہتے آنسوؤں کو دیکھ کر تابش کے ہونٹوں پر کھیلتی مسکراہٹ یکدم معدوم ہو گئی اور چہرے پر ندامت کے سائے لہرانے لگے۔

"کیا ہوا آپ کو، ٹھیک تو ہیں کیا بہت زیادہ چوٹ لگی ہے؟" اس کے لہجے سے تفکر جھلکنے لگا تھا۔

"آپ کو کیا، چاہے میری جان چلی جائے، آپ تو اپنے مذاق کے شاندار نتائج دیکھ کر ٹھٹھے لگائیں۔" اس نے بے دردی سے آنکھیں رگڑتے ہوئے جانے کے لیے قدم بڑھائے تو پیر کی دکھن کے باعث بری طرح لہرا کر رہ گئی۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ دیکھ کر تابش جلدی سے آگے بڑھا۔

"پلیز آئی ایم سوری، آپ بیٹھ جائیں میں ابھی میڈیکل باکس لے کر آتا ہوں۔ میرے خیال میں آپ کو موچ آئی ہے۔" وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ کر اس کے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

"لائیے میں جوتا اتار دوں۔"

"خبردار جو آپ نے مجھے ہاتھ لگایا۔" وہ جھٹک کر پیچھے ہٹی تھی "میں کوئی سیدھی سادی معصوم سی لڑکی نہیں ہوں۔ جو آپ جیسوں کے ہتھکنڈوں کو نہ سمجھ سکوں میری ٹوٹی ہڈی کو ٹٹولنے کے بہانے آپ میرا پیر چھونا چاہتے ہیں۔ ہٹ جائیں مجھے آپ کی عاشقانہ ہمدردیوں کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ دانت پر دانت جمائے ڈولتی ہوئی بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔

"ٹھہریے تو مجھے پتا ہے آپ سیدھی سادی نہیں ہیں ظاہر ہے جو لڑکی دن دیہاڑے کسی کے گھر میں ڈاکا ڈالے وہ سیدھی سادی کیسے ہو سکتی ہے لیکن میری معصومیت پر شک نہ کیجیے۔ میرے ہاتھ سے نہ سہی کسی ڈاکٹر سے ہی علاج کروا لیں۔" وہ اس کے پیچھے آتے ہوئے لجاجت سے بول رہا تھا۔ لہجے میں پہلے والی شوخی یکسر مفقود تھی۔ وہ رکی نہیں تھی، ہر اٹھتے قدم کے ساتھ ایسی ٹیس اٹھتی کہ دماغ جھنجھنا جاتا۔ آنسوؤں کے باعث آنکھوں کے سامنے دھند کی چادر سی تنی ہوئی تھی۔

تابش اس کے قریب سے گزرتا ہوا پورچ کی طرف دوڑ پڑا تھا۔ گیٹ کی طرف جانے والی پختہ روش تک پہنچتے ہی اس کے جسم سے ساری توانائی نچڑ گئی تھی۔ تابش نے گاڑی بیک کر کے اس کے قریب روکی اور اتر کر پچھلی سائیڈ والا دروازہ کھول دیا۔ "مانا کہ آپ بڑی طرم خان ہیں لیکن میں بھی کسی سے کم نہیں ہوں۔ سیدھی طرح گاڑی میں بیٹھ جائیں ورنہ مجھے دوسرا طریقہ استعمال کرنا پڑے گا۔" اس نے درشتگی سے کہتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر گاڑی میں دھکیل دیا۔ سارے راستے وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہچکیوں سے روتی رہی تھی۔ تابش نے بھی گھر کا ایڈریس پوچھنے کے علاوہ اس سے کوئی بات نہیں کی ڈاکٹر سے فارغ ہونے کے بعد اسے گھر کے دروازے پر اتار کر وہ زن سے گاڑی نکال لے گیا تھا۔

اس نے جھوٹ بول کر بڑی مشکل سے گھر والوں کو پاؤں کی چوٹ کے بارے میں مطمئن کیا۔ پین کلر نے پاؤں کے درد کو تو سلا دیا تھا لیکن کوئی ایسی پھانس سی تھی جس کی چبھن سانس کے تن من میں بس گئی تھی۔

اس نے رنگین لمحوں کے جھلملاتے عکس سے دل پر محبت کا جو نقش ابھارا تھا' دکھ کی دھوپ اس کے رنگ اڑا کر خال وخط کو مٹا رہی تھی۔ یہ رات دل کی دیواروں سے لپٹ لپٹ کر بہت آہستہ ڈھلی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

صبح وہ دیر تک بستر پر لیٹی کسلمندی سے کروٹیں لیتی رہی۔ رات بھر میں پاؤں کی سوجن خاصی بڑھ گئی تھی اس لیے کالج جانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بھابھی نے دو تین بار اس سے ناشتے کے لیے پوچھا' لیکن اس کا جی کچھ کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا اس لیے انکار کردیا۔ وہ خاصی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں لیٹی خالی خالی نظروں سے چھت کو گھور رہی تھی کہ عامر بڑے رازدارانہ انداز میں کمرے میں داخل ہوا اور اس کے پاس جھک کر اسے سرگوشی میں پکارنے لگا۔

"بات سنیں پھوپھو۔"

"کیا ہے؟" اس نے نظروں کا زاویہ بدل کر مستفسرانہ انداز میں اسے دیکھا۔

"کالی گاڑی میں ایک آدمی آیا تھا اور یہ آپ کے لیے دے کر گیا ہے۔" اس نے کمر کے پیچھے چھپائے ہوئے پھولوں کا گچھا اور کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

"وہ کہہ رہا تھا کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے اور یہ چیزیں میں صرف آپ کو ہی دوں۔" وہ دھیمی آواز میں تفصیل بتانے لگا۔ نگہم نے خالی الذہنی کی کیفیت میں ہاتھ بڑھا کر دونوں چیزیں اس سے لے لیں۔

"ادھر بیٹھ کر بتاؤ کون دے کر گیا ہے یہ چیزیں۔" اس کی آواز میں خوش گمانیوں کی ریشمی فصل سرسرانے لگی تھی۔

"لمبا سا تھا اور بڑا ہی گورا چٹا' اس نے مجھے اتنے چھوٹے سے کام کے لیے اتنے ڈھیر سارے پیسے بھی دیئے ہیں۔" وہ جیب سے سو روپے کا نوٹ نکال کر خوشی سے ہاتھوں میں مسل دینے لگا۔

نگہم نے جھپٹ کر نوٹ اس کے ہاتھوں سے چھین لیا اور اسے دھکا دے کر چارپائی سے اٹھاتے ہوئے بولی۔

"چلو بھاگو یہاں سے اور خبردار اس بات کا کسی سے ذکر کیا تو میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گی' شرم نہیں آتی راہ گیروں سے پیسے بٹورتے ہوئے۔"

اپنی شاندار کارکردگی کے صلے میں ملنے والے اس انعام پر عامر کا چہرہ بجھ سا گیا۔ وہ کچھ دیر ایک صدمے کی کیفیت میں کھڑا اسے دیکھتا رہا اور پھر زیر لب بڑبڑاتے ہوئے واپس مڑ گیا۔ اس کی بڑبڑاہٹ واضح تو نہیں تھی لیکن ہونٹوں کی جنبش سے نگہم کے ذہن میں الفاظ کا جو خاکہ ابھرا تھا' اس نے اس کے تن میں آگ سی بھڑکا دی' وہ لنگڑی چڑیل یا اسی سے ملتا جلتا کوئی نہایت ہولناک لقب تھا۔ جو اس پر داغنے کے بعد عامر صاف بچ کر نکل رہا تھا۔

"ادھر واپس آؤ' کیا کہہ رہے تھے مجھے۔" اس نے چیخ کر جاتے ہوئے عامر کو پکارا' "میں تمہاری باچھیں چیر کر کانوں تک کردوں گی۔"

"میں نے تو کچھ نہیں کہا پھوپھو۔" وہ دروازے میں رک کر گھگھیایا اور دوسرے ہی لمحے بھاگ کھڑا ہوا۔

اگر نگہم کا پاؤں اجازت دیتا تو وہ ہر ممکن حد تک اس کا تعاقب کرتی لیکن اس وقت مجبوری تھی اس لیے وہ صرف دل مسوس کر رہ گئی۔ عامر کے جانے کے بعد وہ اس کی لائی ہوئی چیزوں کی طرف متوجہ ہوئی اور دھڑکتے دل کے ساتھ ہاتھ بڑھا کر وش کارڈ اٹھا لیا۔ زندگی کی خوبصورتی کا احساس دلاتے گہرے سرخ گلابوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد کارڈ کھول کر پڑھنے لگی۔ تحریر پر نظر ڈالتے ہی اس کی سانسیں پیار کی دھیمی آنچ سے سلگنے لگی تھیں۔ ایک ایک لفظ جذبوں کی باس سے مہکا ہوا تھا اور لکھنے والا یقیناً" تابش کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

ڈیئر نگہم!

معذرت اور معافی جیسے الفاظ آپ کو میری ذات سے پہنچنے والی تکلیف کے سامنے بہت چھوٹے اور ہیچ ہیں اس لیے میں انہیں استعمال کرکے جذبوں کو گراوٹ سے دوچار نہیں کروں گا۔ شاید میں اپنے دل

کی کیفیت آپ پر واضح نہ کر سکوں، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ کی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں کے لیے نہیں ہیں۔ انہیں تو کاجل کو سندرتا عطا کرنے کے لیے تخلیق کیا گیا ہے، آپ نہیں جانتیں کہ آپ کی آنکھ سے گرنے والا ایک ایک آنسو مجھے دجلہ کی گہرائیوں میں غرقاب کرتا رہا ہے۔ میں کل سے جس گھٹن میں سانس لے رہا ہوں۔ نہ جانے اب تک کیسے زندہ ہوں۔ میں نے آپ کے لیے کچھ گلاب چنے ہیں۔ خاروں سے الجھتے الجھتے میری انگلیاں چھلنی ہو گئی ہیں لیکن اگر آپ انہیں اپنی سانسوں کی مہکتی حرارت کا لمس دیں گی تو میرا زخم جاں شبنم کی شگفتہ پھواروں سے آسودگی کشید کرے گا۔

فقط آپ کا۔۔۔

اس نے کئی بار پڑھ ڈالا، تابش اور اس قدر حساس تحریر اسے اپنی بصارتوں پر قریب کا گمان ہونے لگا، دل پیار کی دھن پر رقص میں مگن تھا اور وہ اپنے گرد نادیدہ گرنوں کا ہالہ محسوس کر رہی تھی۔ جو یقیناً اس کے وجود سے پھوٹتے محبت کے نور کا پرتو تھا۔ "تو میرے سوگوار حسن نے اس کے دل کی بستی کو زیر زبر کر ہی دیا۔ حسن کے آنسو عشق سے کہاں سہے جاتے ہیں۔"

اس نے احساس تفاخر میں گھرتے ہوئے پھولوں کو اٹھا کر اپنے چہرے سے قریب کیا اور ان سے پھوٹتی چاہت کی خوشبو کو من میں بسانے کے لیے ایک گہری سانس لی۔ جیسے ہی وہ پھولوں کو سونگھنے کے لیے ناک کے قریب لائی اسے ایک جھرجھری سی آئی تھی اور اس نے بکے کو یوں جھٹک کر پھینک دیا جیسے انجانے میں زہریلا بچھو ہاتھ میں لے لیا ہو۔ اس نے ناک میں ہونے والی کھجلی کو روکنے کے لیے ناک بری طرح مسل ڈالی شاید اس کی حس شامہ پیار کی اس نرالی مہکار کو برداشت نہیں کر پائی تھی۔ اسی لیے اسے چھینک پر چھینک آنے لگی، پھولوں پر بڑے چاؤ سے چھڑکی گئی سرخ مرچوں نے اسے چند ہی لمحوں میں قابل رحم حالت میں پہنچا دیا۔ جلن کے باعث آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا اور چھینکیں رکنے میں ہی نہ آ رہی تھیں۔ وہ تقریباً گرنے والے انداز میں چارپائی سے نیچے اتری اور ایک ٹانگ پر اچھلتے ہوئے کسی نہ کسی طرح خود کو گھسیٹ گھسیٹ کر واش روم تک لے آئی۔ خاصی دیر تک آنکھوں اور چہرے پر پانی کے چھپکے مارنے کے بعد چھینکوں کے تسلسل میں کچھ کمی آئی تھی۔ اتنی سی دیر میں وہ یوں ہانپنے لگی تھی۔ جیسے کہیں دور سے بھاگتی ہوئی آئی ہو اس نے جلتی آنکھوں سے آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو ناک سوجی ہوئی اور سرخ ہو رہی تھی اور چہرے کے عضلات ہولے ہولے کپکپا رہے تھے۔ وہ چند لمحے واش بیسن کو تھامے پھولی ہوئی سانسوں کو بحال کرنے کی جدوجہد میں نڈھال سی کھڑی رہی اور پھر ایک پاؤں پر اچھلتے ہوئے واش روم سے باہر آ گئی۔ اماں جو کسی کام سے ادھر آئی تھیں، اسے اچھلتا دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

"کیا ہو گیا ہے لڑکی تجھے ٹوٹے پیاؤں کے ساتھ یوں کدکڑے لگاتی پھر رہی ہے کوئی کام تھا تو مجھ سے یا سعدیہ سے کہا ہوتا۔"

"اماں" وہ کراہتے ہوئے ان کے سینے سے جا لگی۔ وہ اسے سہارا دے کر چارپائی تک لے آئیں "کیا بہت درد ہے؟" وہ اس کا سر سہلاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"ہاں بہت اتنا کہ سہا نہیں جا رہا۔" وہ ان کی آغوش میں منہ چھپائے سسک رہی تھی، مریم جھولا جھولتے ہوئے وہ اتنی بلندی سے منہ کے بل گری تھی کہ جسم و جاں زخموں سے چور چور ہو گئے تھے۔

"چپ ہو جا میری بچی، میں مرہم لگا دیتی ہوں ابھی درد دور ہو جائے گا۔"

"اماں کسی کی بے حسی نے دل پر جو گھاؤ لگائے ہیں ان پر مرہم کون رکھے؟" وہ پوچھنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہ سکی۔

دو دنوں میں سوجن اتر گئی اور وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوئی تو کالج جانے لگی لیکن ٹیوشن پڑھانے نہیں

جا رہی تھی۔ اماں نے پوچھ پوچھ کر جان عذاب کر دی تھی۔ "بچوں کو پڑھانے کیوں نہیں جاتی ہو؟"

"اماں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' جب اچھی ہو جاؤں گی تو جانے لگوں گی۔" وہ انہیں مطمئن کرنے کے لیے کہہ دیتی۔

"اس لڑکی کی منطق بھی نرالی ہے۔ کالج جانے کے لیے بھلی چنگی ہے اور ٹیوشن پڑھانے کو طبیعت خراب ہے۔ گھر میں چار پیسے آتے اسے اچھے نہیں لگتے۔"

وہ خود ہی بول بول کر خاموش ہو جاتیں۔

اگلے روز بھائی آفس سے آتے ہی اسے بتانے لگے۔ "آج تمہاری اسٹوڈنٹ الغانیہ کی امی کا فون آیا تھا۔ تم نے انہیں گھر کا ایڈریس نہیں دیا تھا اس لیے انہوں نے آفس میں مجھ سے رابطہ کیا' تمہارے لیے بہت پریشان تھیں۔ میں نے تمہاری چوٹ کا بتایا تو بہت فکر مند ہو رہی تھیں۔ انہوں نے واپی لوگوں کے گھر سے بھی پتا کیا تھا لیکن تم وہاں بھی نہیں جا رہی تھیں۔ وہ بتا رہی تھیں کہ الغانیہ کے ٹرم ایگزیمز ہونے والے ہیں اور ان دنوں اسے تمہاری ہیلپ کی بہت ضرورت ہے۔ میں نے انہیں کہہ دیا کہ تم کل الغانیہ کو پڑھانے آؤ گی۔"

"آپ نے مجھ سے پوچھے بنا کیسے کہہ دیا؟" اس کے لہجے کی تلخی پر بھائی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آخر تم کیوں نہیں جانا چاہتیں کوئی وجہ تو ہو۔"

"بس میں نے کہہ دیا ہے کہ میرا جی نہیں چاہتا تو کوئی مجھے اس کے لیے مجبور نہ کرے۔" وہ قطعیت سے کہتے ہوئے اٹھ کر کمرے میں چلی آئی تھی۔

"پھوپھو' دادی آپ کو بلا رہی ہیں۔ مہمان آئے ہیں۔" زینی اسے پیغام دے کر جواب کا انتظار کرنے لگی۔

"تم چلو میں آ رہی ہوں۔" سر پر دوپٹہ جماتے ہوئے وہ کمرے سے نکلی تو دالان میں فاکہہ آپی اور تابش کو اماں کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رک گئی۔ لیکن دوسرے ہی پل آگے بڑھ کر فاکہہ آپی کو سلام کرنے کے بعد ان کے پاس ہی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کہیں تابش نے انگوروں والا قصہ اپنی بھابھی کو نہ سنا دیا ہو۔ اگر انہوں نے اماں کے سامنے ذکر کر دیا تو بات بہت بگڑ سکتی ہے۔" سوچ کر اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگنے لگی تھیں۔ اس نے دزدیدہ نگاہوں سے تابش کی طرف دیکھا لیکن اس کے چہرے سے کچھ اندازہ لگانا مشکل تھا۔ وہ عامر کو گود میں بٹھائے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے اس کے کانوں میں کھسر پھسر میں مصروف تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے نگہم؟" فاکہہ آپی اسے خاموش بیٹھا دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

"جی ٹھیک ہے۔۔۔"

"ارے بیٹی اسے کیا ہونا ہے۔ ذرا سا پیر میں بل آ گیا تھا لیکن اب تو کوئی تکلیف نہیں رہی۔" اماں درمیان میں کود پڑی تھیں۔ "بالکل گھوڑے کی طرح ہر طرف ٹلے لگاتی پھرتی ہے۔" اماں کی اس ناشائستگی پر اس کے منہ کا زاویہ بگڑ گیا اور اس نے انہیں گھور کر خاموش رہنے کی تنبیہہ بھی کی لیکن وہ اس کی طرف دیکھ ہی کب رہی تھیں جو اس کے گھورنے کا کوئی اثر لیتیں۔

"بیٹا نگہم میں اپنے مطلب کو تمہیں پوچھنے آئی ہوں۔ یہ سچ ہے کہ آج کل اچھے ٹیوٹرز کا ملنا بہت مشکل ہے اور تمہارے پڑھانے کے انداز سے میں مطمئن بھی بہت ہوں۔ لیکن تم مجھے اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح عزیز بھی ہو اور سچ مانو تو یہ تمہاری محبت ہے جو مجھے یہاں لے آئی ہے۔" وہ اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بڑی ہی شفیق مسکراہٹ کے سنگ بول رہی تھیں۔

"اللہ تمہارا بھلا کرے بیٹی آج کل ایسے اچھے لوگ کہاں ملتے ہیں جو اپنے نوکروں کو اتنی عزت دیں۔"

اماں کی اس گل افشانی پر وہ دہل کر رہ گئی' تابش کے قہقہے نے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیئے تھے۔

"اچھا کل سے تو تم آنے لگو گی نا۔ واپی کی امی بھی

نہیں کئی مرتبہ پوچھ چکی ہیں۔"

"جی دراصل کچھ پرابلمز ہیں۔ میرے اپنے ایگزیمز میں بہت کم وقت رہ گیا ہے میں اب ٹیوشن کے لیے شاید وقت نہ نکال سکوں۔"

"اس کو چھوڑو بچی یہ تو یونہی بے تکا بولتی رہتی ہے۔" اماں نے اس کی بات درمیان میں اچک لی تھی۔

"تم بالکل بے فکر ہو جاؤ یہ کل سے ہی کام پر آنے لگے گی۔" انہوں نے بڑے ہی فیصلہ کن انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد بھی اس نے کئی دفعہ کوشش کی کہ فاکہہ آپی سے کھل کر بات کرے لیکن اماں نے اسے بولنے کا موقع ہی نہ دیا۔ چند ہی دیر میں اماں نے زبان کے ایسے ایسے معرکے دکھائے کہ اس کا خون کھول کر رہ گیا۔

"اگر تمہیں آنے جانے میں کوئی مسئلہ ہے تو تابش گاڑی لے کر آجایا کرے گا۔ کیوں تابش؟" وہ اس سے بات کرتے ہوئے تابش سے پوچھنے لگیں۔

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ ہاں کردیں تو۔" وہ بڑے معنی خیز انداز میں بولا تھا۔

اس نے ایک جھلستی ہوئی نگاہ تابش پر ڈالی۔ ایک لمحے کے لیے نظروں کا باہم تصادم ہوا تو تابش نے اسے آنکھ ماردی۔ اس نے سٹ پٹا کر پلکیں جھکالیں اور ایک نازیبا سی گالی نوک زبان پر آکر دم توڑ گئی۔

"تم بہت چپ چپ ہو نگہم کیا مجھ سے کوئی ناراضگی ہے؟"

"جی نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں" فاکہہ آپی کے استفسار پر وہ جلدی سے بول پڑی۔

"تو اب میں مطمئن ہو جاؤں کہ تم الفایہ کو پڑھانے آؤ گی۔"

جواب میں اس نے بے جان سے انداز میں سر ہلا دیا تھا۔

"اچھا آنٹی اب ہمیں اجازت دیں انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔"

"ارے بیٹی ابھی تو تم آئی ہو۔ وو گھڑی بیٹھ کر جاتا۔

وہ سمعیہ چائے لے کر آرہی ہے۔ جا عامر بھاگ کے باورچی خانے میں جا اور اپنی ماں سے کہہ کہ جلدی چائے لے کر آئے۔" اماں نے بڑے اصرار سے انہیں چائے کے لیے روک لیا تھا وہ لوگ دہلیز پار کر کے باہر نکلے تو اسے عامر کو کندھوں سے پکڑ کر روکنا پڑا وہ شاید ان کے ساتھ ہی جانا چاہتا تھا۔

"پھوپھو یہ وہی تھا جو پھول دے کر گیا تھا۔" وہ دبے دبے جوش سے اسے بتانے لگا۔

"بکواس بند کرو اور تم اس کی گود میں کیوں چڑھے بیٹھے تھے۔ تمیز تو چھو کر بھی نہیں گزری تمہیں۔" اس نے عامر کو ایک تھپڑ جڑ دیا اور پھر جان بوجھ کر اس کی جانب سے نظریں پھیر لیں کیونکہ وہ زیر لب کچھ بڑبڑا رہا تھا اور اس بڑبڑاہٹ کا مفہوم وہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہتی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"تمہیں کیا ضرورت تھی انکار کرنے کی بلکہ تمہیں تو اسی روز سے ان کے گھر جانا چاہیے تھا جب تمہارے پاؤں کی موچ ٹھیک ہو گئی تھی۔" اس کی پوری بات سن کر آمنہ اس انداز سے گویا ہوئی جیسے اس کی عقل پر ماتم کر رہی ہو۔

آمنہ پورے کالج میں وہ واحد لڑکی تھی جس کے ساتھ وہ اپنی باتیں شیئر کر لیتی تھی۔ دونوں کے مزاج میں تندی تھی اس لیے خوب نبھ رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" اس نے بھنویں اچکائیں۔

"مطلب صاف ہے تم اس طرح کا شدید رد عمل دکھا کر تو اس پر یہ ظاہر کر رہی ہو جیسے تم نے اس کی بات کا بہت اثر لیا ہے۔ تمہارے ایسے رویے سے تو اس کے حوصلے اور بلند ہوں گے۔ اس نے تمہارے ساتھ ایک واہیات مذاق کیا اور تم اسے جان کا روگ بنا کر بیٹھ گئیں اس سے تو یوں لگتا ہے جیسے تم واقعی اس میں انٹرسٹڈ ہو۔"

نگہم اس بات پر آمنہ سے نظریں چرا گئی تھی۔ مبادا دل کے موہن چور کا عکس اس کی آنکھوں میں لہراتا نظر نہ آجائے۔

"تمہیں تو اسی وقت ہی اس کے منہ پر تھپڑ مار دینا چاہیے تھا جب اس نے تمہیں کرسی سے گرا دیا تھا اور تم ہو کہ اس کے بھیجے ہوئے پھول اور کارڈ وصول کرتی پھر رہی ہو اور تمہیں یہ مشورہ کس نے دیا تھا کہ ان پھولوں میں اپنی ناک گھسیڑو حماقت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔" اس کے لہجے میں صاف ظاہر تھا کہ اس نگہم کا رد عمل سخت ناگوار لگا تھا۔

"اچھا یہ نصیحت کسی اور وقت کے لیے رکھ چھوڑو۔ اس وقت تو مجھے یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں۔" نگہم کے انداز میں جھنجلاہٹ تھی۔

"تم یہ کرو کہ آج سے ہی الغابیہ کو پڑھانے چلی جاؤ اور اس نابش کو اس طرح اگنور کرو جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟ تم اسے نہیں جانتی ہو وہ اتنا نیچ کر دیتا ہے کہ ضرور جواب دینے لگتا ہے۔"

"کیوں ممکن نہیں ہے احمق لڑکی یہاں کالج میں تو بڑی خونخوار بنی پھرتی ہو اور اس لڑکے کے سامنے تمہاری حالت بھیگی بلی سے بھی بری ہے آخر تم اس سے اتنا دب کیوں رہی ہو۔ اسے ایسا منہ توڑ جواب دو کہ آئندہ کے لیے وہ تمہارا سامنا کرنے سے بھی کترانے لگے۔"

اب وہ اسے کیا بتاتی کہ وہ تو خود ہر دم اس کا سامنا چاہتی ہے۔

"مرچوں والے واقعے کے سلسلے میں تم بالکل انجان بن جانا اگر وہ تم سے اشارتاً بھی ذکر کرے تو تم صاف مکر جانا۔"

"وہ کیوں؟"

"کیوں کا کیا مطلب ہے۔ آخر تم اتنی نا سمجھ کب سے ہو گئیں۔" آمنہ کی جھنجلاہٹ عروج پر تھی۔

"اگر تم اسے اپنا سوجا ہوا تھوبڑا دکھاؤ گی تو وہ خود ہی سمجھ جائے گا کہ اس کی بے ہودہ شرارت شاندار طریقے سے کامیاب ہوئی ہے اور وہ مزید شیر ہو جائے گا تم پہلے کی طرح مسکراتے ہوئے اور ویسی ہی تمکنت کے ساتھ اس کے سامنے جاؤ۔ جو تمہاری شخصیت کا خاصہ ہے۔ یوں رو بسور کر اس کی خوشی کا ساماں کیوں کر رہی ہو۔ آخر اس نے تمہیں سمجھ کیا رکھا ہے۔ تم اس پر ثابت کر دو کہ تم کوئی معمولی لڑکی نہیں ہو۔ اگر وہ دوبارہ تمہارے ساتھ فری ہونے کی کوشش کرے تو اسے ایسی کھری کھری سنانا کہ طبیعت صاف ہو جائے۔"

"اچھا اب بس بھی کرو۔ تم تو مجھے یوں بریفنگ دے رہی ہو جیسے میں کسی جنگی محاذ پر روانہ ہو رہی ہوں۔" نگہم اکتائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جنگی محاذ نہیں تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔ آخر انا اور وقار کا مسئلہ ہے اور یہ کوئی معمولی بات تو نہیں۔" وہ بھی اس کی تقلید میں اٹھتے ہوئے بولی۔

"چلو کیفے ٹیریا چلیں میں نے تو ابھی تک ناشتا بھی نہیں کیا۔" نگہم موضوع بدلنا چاہ رہی تھی۔

"ہاں بھوک تو مجھے بھی تنگ رہی ہے۔" وہ دونوں کیفے ٹیریا کی جانب روانہ ہو گئیں۔

"ویسے آپس کی بات ہے مجھے تو فائقہ آپی کا کردار بھی مشکوک لگ رہا ہے۔" اس کے ساتھ چلتے ہوئے آمنہ نے پر سوچ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو اچھی بھلی شریف خاتون ہیں۔" نگہم نے احتجاجاً اسے گھورا اس کے یوں گھورنے پر وہ مسکرانے لگی۔

"او ہو میں وہ والا مشکوک نہیں کہہ رہی ہوں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کون اس طرح بچوں کے ٹیوٹرز کے گھروں میں جا کر خیریت دریافت کرتا ہے اور پھر تمہیں واپس بلانے کے لیے اس قدر اصرار کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ ٹیوٹرز کی آج کل کون سی کمی ہے۔ بے شمار لوگ اکیڈمیوں کے چکر لگا لگا کر کھوے گھساتے پھر رہے ہیں اور تم کب کسی یونیورسٹی کی پروفیسر ہو کہ تمہارے جانے کا انہیں اس قدر قلق ہو۔ انہیں تو دو چار روز تمہارا انتظار کر کے کسی اور کو رکھ لینا چاہیے تھا مجھے تو دیور بھابھی کی ملی بھگت لگ رہی ہے۔"

digest novels lovers group

"تم تو یار کی کھال اتارنے لگتی ہو۔ اب میں ہوں ہی اتنی حسین اور پرکشش کہ لوگ مجھ سے دوری برداشت ہی نہیں کر پاتے۔" اس نے ایک ادائے دلربائی سے بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑسی اور پلکیں جھپکا کر اس کی طرف تصدیق طلب نظروں سے دیکھا۔

"ہاں اس میں تو کوئی شک نہیں، عقل سے تمہارا پیدل ثابت کرتا ہے کہ تم واقعی بے حد حسین ہو کیونکہ عقل اور حسن کی آپس میں سخت مخاصمت ہوا کرتی ہے۔" وہ جل کر بولی۔

"بالکل ٹھیک، اسی لیے تو تم اتنی زیادہ عقلمند ہو۔" نگہت نے برجستہ کہا تھا اور آمنہ اپنی کہی ہوئی بات خود پر الٹتے دیکھ کر محض تلملا کر رہ گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

فاکہہ آپی نے اسے دیکھ کر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا تھا اور الغایہ بھی یوں کھلی جا رہی تھی جیسے کوئی من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

"مس آپ اتنے دن آئیں کیوں نہیں۔ کیا چاچو سے لڑائی ہو گئی تھی میں آپ کو یاد نہیں آتی تھی۔" سوالوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جو ختم ہونے میں ہی نہ آ رہا تھا۔

وہ بے دھیانی سے الغایہ کو سن رہی تھی۔ اسے ایک عجیب سے حزن کا احساس ہو رہا تھا۔ ڈرائنگ روم کی آرائش اور فرنیچر کی ترتیب میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ پھر بھی ایک خلا تھا جو اعصاب کو بے چین کر رہا تھا۔ فضا میں پرلی اداسی کی باس روح کو پژمردگی کا لبادہ اوڑھا رہی تھی۔

"تمہارے چاچو نظر نہیں آ رہے۔" نجانے کیسے اس کی زبان سے پھسل گیا۔ ابھی الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ تابش پردہ ہٹا کر نہایت خوفناک رفتار سے بھاگتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں سفید گلابوں کا گلدستہ تھا اور اس کی رفتار کے پیش نظر نگہت صوفے سے چھلانگ لگانے کے لیے پر تولنے لگی۔ کیونکہ آثار بتا رہے تھے کہ وہ اس پر گر کر ہی دم لے گا۔ لیکن اس کے خدشے غلط ثابت ہو گئے جب اس نے بالکل قریب پہنچ کر نہایت مہارت سے بریک لگائے اور گلدستے والا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے گنگنایا۔

"میں یہاں ہوں اور گلوں کے اس نذرانے کے سنگ آپ کا سواگت کرتا ہوں۔" اس نے پھول تقریباً نگہت کی ناک کے ساتھ لگا دیئے تھے۔

"اب ان پر کون سی میچنگ مرچیں چھڑک کر لائے ہیں؟" اس نے ایک جھٹکے سے تابش کا ہاتھ پرے ہٹاتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا۔ عجلت میں بات منہ سے نکل تو گئی تھی لیکن غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ فوراً خاموش ہو گئی۔

"آپ چپ کیوں ہو گئیں؟ بولیے ناں آپ کو میرا تحفہ کیسا لگا۔ تحفوں کے لین دین سے محبت بڑھتی ہے۔ سنا تو تھا لیکن آج ثابت بھی ہو گیا اب دیکھیے دوسرے ہی تحفے سے محبت کی تاثیر اس قدر بڑھ گئی کہ آپ نے میرا ہاتھ چھو لیا۔" وہ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت کو رخسار کے ساتھ مس کر کے بڑے ہی خوابناک انداز میں گنگنانے لگا۔

نجانے کیا ہوا جو تو نے چھو لیا
کھلا گلاب کی طرح میرا بدن

نگہت اس کی یہ نرالی منطق سن کر چھوئی موئی سی بن گئی۔ اس نے تو اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو ہٹانے کے لیے ایسا کیا تھا اور وہ بات کو کہاں سے کہاں لے گیا تھا۔

"چاچو آپ گانا نہ گایا کریں آپ کا گانا سن کر سر میں درد ہونے لگتا ہے۔" الغایہ کے منہ بنانے پر اس نے مصنوعی خفگی سے آنکھیں دکھائیں۔

"اور آپ مجھے پڑھنے کیوں نہیں دیتے ہر وقت مس کو تنگ کرتے رہتے ہیں میں ماما سے آپ کی شکایت کروں گی۔" نگہت نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لیے ہاتھ میں پکڑی کتاب چہرے کے سامنے کر لی تھی۔

"اچھا بھئی تم تو کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہی ہو اب

میں خاموشی سے بیٹھ کر دیکھوں گا کہ تمہاری مس تمہیں کیا کیا پٹیاں پڑھاتی رہتی ہیں۔" وہ ہتھیار ڈالنے والے انداز میں صوفے پر بیٹھنے کے لیے جھکا۔

"نہیں چاچو یہاں نہ بیٹھیے گا۔" الغایہ جلدی سے بول پڑی۔

"یہاں نیڈو نے چھپی چھپی کر دیا تھا۔ آپ ادھر بیٹھ جائیں۔" وہ سنگل صوفہ چیئر کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

"چلو ادھر بیٹھ جاتے ہیں۔" وہ اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر دھم سے صوفے پر گرا لیکن دوسرے ہی لمحے یوں اچھلا جیسے صوفے میں لگے اسپرنگ کھل گئے ہوں اور انہوں نے اسے فضا میں اچھال دیا ہو۔ اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی چیخ بھی برآمد ہوئی تھی۔

نگہیم نے ایک ادا سے اس کے چہرے پر نظریں جمائیں تو اس کے تاثرات دیکھ کر ایک دلفریب مسکراہٹ نے اس کے لبوں کی تراش میں کروٹ لی۔ تابش کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے اور آنکھوں کی پتلیاں پھیل ہی گئی تھیں۔

"میں کچھ علاج معالجے کے بعد ابھی حاضر ہوتا ہوں۔" وہ پھٹی پھٹی آواز میں بولتا ہوا کمرے سے جانے لگا۔ اس کے دونوں ہاتھ پیٹ کی پچھلی جیبوں پر دھرے ہوئے تھے اور چال میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔

"الغایہ لکھو۔"

توبہ یہ متوالی چال۔

نگہیم کی استہزائیہ گنگناہٹ پر اس نے کولہے پر ہاتھ دھر کر مجروح سی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا اور اسے بے تحاشا ہنستے دیکھ کر فوراً ہی غائب ہو گیا تھا۔

"مجھے تو متوالی نہیں لکھنا آرہا۔" الغایہ پریشانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اب رہنے دو لکھنے کی ضرورت بھی نہیں رہی۔" الغایہ کاپی سینٹر ٹیبل پر رکھ کر اٹھی اور اس صوفہ چیئر کا جائزہ لینے لگی جس پر بیٹھنے کے بعد تابش جاوید کا شکار ہوا تھا۔ کچھ دیر کے معائنے کے بعد وہ آنکھوں میں آنسو لیے نگہیم کی طرف مڑی اور غم میں ڈوبی آواز میں بتانے لگی۔

"مس آپ نے تو کہا تھا چاچو کو زیادہ درد نہیں ہوگا لیکن ان کی تو چیخ ہی نکل گئی اور صوفے پر چار Pins ——— بھی کم ہیں۔" اس کے انکشاف پر نگہیم ہنستے ہنستے دوہری ہو گئی۔

"آپ ہنس کیوں رہی ہیں؟" وہ یوں اسے گھورنے لگی جیسے اس کی ذہنی صحت پر شک کر رہی ہو۔

"میں ابھی پوچھ کر آتی ہوں کہیں چاچو کا خون تو نہیں نکلا۔" وہ جلدی سے باہر کو بھاگی اور نگہیم کے آواز دینے کے باوجود نہیں رکی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

دن رات اور رات دن کے قالب میں ڈھل رہی تھی۔ ہر گزرتا پل اس کے دل میں جلتے پریت کے الاؤ کو مزید بھڑکا کے گزر رہا تھا۔ تابش کی انتہا کو پہنچی ہوئی لاپرواہی اس کے لیے آزمائش بن گئی تھی کبھی اس کے لفظوں کی شبنم وشت ذات کو جل تھل کر دیتی اور کبھی اس کے لہجے کا فخر روح پر درد کے پہرے بٹھا دیتا۔ آمنہ گاہے بگاہے اس کی برین واشنگ کر رہی تھی لیکن جب وہ خود ہی نجات کی خواہاں نہیں تھی تو کسی کی نصیحتیں اسے کیا دے سکتی تھیں۔ وہ جس سنہری ریشمی جال میں الجھ گئی تھی اس سے دامن چھڑانے کی اسے کوئی آرزو ہی نہ تھی۔ وہ دن رات ایک ہیجان کا شکار رہتی تھی۔ اس کے مزاج میں شگفتگی تو پہلے ہی مفقود تھی لیکن اب اس پر ایک جھنجلاہٹ سوار رہنے لگی۔ ریگ دشت طلب کی تپش اس کے چہرے پر شعلے سے کھلائے رکھتی۔ بچوں کے ساتھ اس کا رویہ اس قدر سخت ہو گیا تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی سہم جاتے تھے اور سب تو اس کے چڑچڑے پن سے نالاں تھے ہی لیکن اماں کو اس کی تنک مزاجی ایک آنکھ نہ بھاتی۔ وہ جب بھی ٹیوشن پڑھا کر غصے میں بھری گھر میں داخل ہوتی اماں اسے آڑے ہاتھوں لیتیں۔ اس دن بھی وہ گھر آتے ہی زینی اور عامر

پر چیخنے لگی تھی۔ وجہ صرف اتنی تھی کہ اس کی پہلی پکار پر وہ اس کے پاس نہیں پہنچ سکے تھے۔

"آ گئی میری ڈائن بچی" اماں کی زہر میں بجھی آواز اس کی سماعت پر تازیانہ بن کر لگی تھی۔

"جیسے ہی گھر سے چیخنے چنگھاڑنے کی آوازیں آنے لگیں میں سمجھ جاتی ہوں کہ نگہہ گھر لوٹ آئی ہے۔" وہ خاموشی سے ہونٹ چباتے ہوئے انہیں دیکھنے لگی۔ غصے سے اس کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں۔

"کیا باہر سے کسی کا لہو پی کر آتی ہے جو گھر میں درندی بن کے دندنانے لگتی ہے۔"

"اماں خدا کے لیے چپ ہو جائیں آپ کو تو مجھ سے خدا واسطے کا بیر ہے۔" وہ پھٹ پڑنے والے انداز میں بولی۔

"میں کیوں چپ ہو جاؤں۔ تیری یہ شعلے اگلتی زبان کون پکڑے گا؟" اماں کہاں خاموش ہونے والی تھیں۔

"تو یوں آگ کا گولہ بنی رہتی ہے آخر کیا جلن ہے تجھے میں تو یہ سوچ سوچ کر ہولتی رہتی ہوں کہ وہاں بچوں کو مارتی بھی ہو گی تو ان بڑے گھروں کے بچے بالکل نازک پھولوں جیسے تو ہوتے ہیں۔ کسی دن کسی بچے کو الٹی سیدھی لگ گئی تو بیٹھی جیل میں چکی پیستی رہنا۔" احمر بھائی بھی اسے سمجھانے کے لیے آگے بڑھے۔

"نگہہ اماں کی یہ بات تو بالکل صحیح ہے تم اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرو ورنہ کسی دن تمہارے لیے کوئی مشکل کھڑی ہو سکتی ہے۔"

"ہر کوئی مجھے عقل سکھا رہا ہے جیسے میں تو پاگل ہوں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ بچوں کو پڑھانے کے لیے کس حد تک سختی کی ضرورت ہے اور ان کو سدھارنے کے لیے مارنا بھی بہت ضروری ہوتا ہے۔ آپ لوگ خواہ مخواہ اپنے لفظ ضائع نہ کریں۔"

"ہوا اور سنو بھیا منہ لگاتی ڈومنی اور گاوے تال بے تال۔" اماں کے اس محاورے نے اس کے رگ و پے میں شعلے سے بھڑکا دیئے اور وہ تن فن کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"آپ کی فضول بکواس۔ سنتے سنتے میرے کان پک گئے ہیں' کیا آپ کو دنیا میں اور کوئی کام نہیں ہے۔" نگہہ پچھلے بیس منٹ سے تابش کو بے تکان بولتے سن رہی تھی اور خاموش رہ کر اسے نظرانداز کرنے کی حد و جہد کر رہی تھی۔ لیکن اس کی زبان کے رکنے کی کوئی سبیل نظر نہ آنے پر ضبط کی طنابیں ہاتھ سے چھوڑ بیٹھی۔

"جی مجھے اس کے علاوہ اور بے شمار کام ہوتے ہیں اور اب آپ یہ تو ضرور جاننا چاہیں گی کہ وہ کون سے کام ہیں۔" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا اور اسے تردید کا موقع دیئے بغیر خود ہی بتانے لگا۔

"مثلاً" میں آپ کے آنے کا انتظار کرتا ہوں اور آپ کے جانے کے بعد آپ کے دوبارہ آنے کا انتظار کرتا ہوں۔ یقین کیجئے مجھے تو ایک لمحے کے لیے بھی فرصت نہیں ملتی۔"

"آپ جو بھی کرتے ہیں مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ بس میں آپ کو ایک منٹ کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"

"ارے واہ یہ تو سفید جھوٹ ہے۔" اس نے آنکھیں پھیلائیں۔

"آپ تو خود لاکھ جتنوں سے مجھے یہاں بلاتی ہیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ آپ الغایہ کو نہایت رازداری سے بتا رہی تھیں کہ آپ کل چار بجے کی بجائے ساڑھے تین بجے تشریف لائیں گی اور آپ کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ مجھے اس مقام سے طویل فاصلے پر ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے بھی پہنچ گئی اس سلسلے میں آپ کیا کہتی ہیں۔"

اس کی بات کسی حد تک سچ تھی اس لیے نگہہ گڑبڑا کر رہ گئی اور کچھ دیر تک اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"میں آپ سے بارہا کہہ چکی ہوں کہ خواہ مخواہ مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش مت کیا کریں۔ میں کوئی گاؤں کی پسماندہ لڑکی نہیں ہوں جو آپ کی عیاریوں کو جانچ نہ سکوں۔" خفت چھپانے کی خاطر وہ

خاصی بلند آواز میں بولی تھی۔

"جی آپ کی اس بات سے تو میں بھی صد فیصد اتفاق کرتا ہوں۔ آپ سے زیادہ ماڈرن لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی کیونکہ فیشن کی دنیا میں آپ نے جن نئی جہتوں کو متعارف کروایا ہے ماضی میں ان کی نظیر ملنا تقریباً "ناممکن" ہے۔ آپ کے سامنے تو دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی سپر ماڈلز بھی پانی بھرتی نظر آتی ہیں۔" اس کی یہ تمہید یقیناً "کسی طوفان کا پیش خیمہ تھی اور نگہم کچھ سراسیمہ سے تجسس میں مبتلا ہونے لگی تھی کہ وہ کیا گل کھلانے والا ہے۔

"جدت پسندی تو آپ پر ختم ہے۔ آپ نے فیشن کی رنگینیوں کو نئے زاویے عطا کیے ہیں۔"

"میں پوچھ سکتی ہوں اس ساری بکواس کا مقصد کیا ہے؟" وہ بول ہی پڑی۔

"جی جی بالکل ضرور پوچھیں۔ آپ ہی کے بارے میں تو بات ہو رہی ہے اور میں یہی بتانے جا رہا ہوں کہ ایک کان میں جھمکا ڈالنا اور دوسرے کو محروم رکھنا واہ کیا انفرادیت ہے۔"

اس کی بات سن کر نگہم کو قدموں تلے زمین سرکتی محسوس ہوئی اور بے اختیار وہ اپنے کان ٹٹولنے لگی۔ ایک جھمکے کی گمشدگی کو محسوس کر کے اس کی حالت دیدنی تھی۔

"اور ملاحظہ کیجیے۔ ہونٹوں کے ساتھ دانتوں پر بھی لپ اسٹک لگانا جہان رنگ و بو میں یہ طرح صرف آپ نے ہی ڈالی ہے۔"

وہ دوپٹے کے پلو سے ہونٹ اور دانت رگڑتے ہوئے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی لیکن وہ اس کی نظروں سے بے نیاز بولے چلا جا رہا تھا۔ ابھی شاید وہ کچھ اور بھی ستم ڈھانا چاہتا تھا اور یہی سوچ کر نگہم کا دل ڈوب رہا تھا۔ "بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں کے ناخنوں پر کیوٹیکس لگانا اور دو ناخنوں پر محض چند چھینٹے جبکہ دائیں ہاتھ۔۔۔"

"میں کہتی ہوں بکواس بند کرو۔" اس کی پوسٹ مارٹم کرتی نگاہوں سے کچھ بھی مخفی نہیں رہا تھا۔ اس

2 نئے ناول

دل دیا دہلیز

رفعت سراج کا ناول جو 4 سال اور 2 مہینوں تک "خواتین ڈائجسٹ" میں چھپتا رہا۔

کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے۔

بہنیں منی آرڈر بھیج کر منگوا سکتی ہیں۔

قیمت : =/600 روپے

☆☆

"شعاع" میں چھپنے والا امایا ملک کا ناول

جو چلے تو جاں سے گزر گئے

جو بے حد پسند کیا گیا اب بہنوں کی فرمائش پر کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے۔

قیمت : =/150 روپے

☆☆

اس پتے پر خط لکھیں

مکتبہ خواتین ڈائجسٹ، اردو بازار، کراچی

یا پتہ ذیل سے دستی خریدیں

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی

فون : 2216361

digest novels lovers group

کے سنگھار میں جن خامیوں کی نشاندہی وہ کر رہا تھا وہ کچھ عجلت اور کچھ بھابھی کی بے جا مداخلت کے باعث پیدا ہوئی تھیں۔ وہ گھر سے نکلنے سے پہلے بھابھی کی میک اپ کٹ سے استفادہ کر رہی تھی کہ وہ اچانک ہی بغیر کسی اطلاع کے آن دھمکیں اور وہ جلدی میں حسب منشاء فائنل ٹچ نہ دے سکی اور شاید ایک جھمکا بھی ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا رہ گیا تھا۔

"آپ کو جرات کیسے ہوئی کہ آپ اس قدر باریکی سے میرا جائزہ لیں" اس کی آواز غصے سے لرز رہی تھی۔ اس طرح دھاڑنے سے اس کا مقصد خود پر لگائے گئے الزامات کو دھونا تھا۔

"میں آپ کو ایسے ایسے القابات سے نوازوں گی کہ آپ کے کان دھواں دینے لگیں گے۔"

"زہے نصیب جو آپ مجھے پیار سے کوئی نام دیں۔" اس کی ڈھٹائی میں چنداں فرق نہیں آیا۔

انواع و اقسام کی دم دار گالیاں نگہہم کے ذہن میں کلبلانے لگیں لیکن انوار صاحب کو ڈرائنگ روم میں آتے دیکھ کر زبان تالو سے چپک کر رہ گئی تھی۔ وہ نگہہم کی موجودگی میں شاذ و نادر ہی ادھر آتے تھے۔

"مس نگہہم آپ سے معذرت کہ آپ کو بے جا انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔" وہ لہجے میں بڑی سنجیدگی اور بردباری لیے اس سے مخاطب تھے۔

"اس کی ماما نے اسے اٹھانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اس کی نیند ٹوٹنے میں ہی نہیں آ رہی۔ اب اگر مزید تنگ کیا جائے گا تو وہ رونے لگے گی۔ رات کو وہ بجے تک ویڈیو گیم کھیلتی رہی ہے اس لیے اب بے سدھ پڑی ہے۔ آپ پلیز کل آجائیے گا۔" بات مکمل کر کے وہ فوراً ہی واپس مڑ گئے تھے۔

"ہونہہ ایسا بھی کیا لاڈ دلار وہ تھپڑ مار کر بستر سے نیچے پٹخ دیں خود ہی صاحبزادی کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔" اس نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے گلاس ٹیبل پر دھرا پرس اٹھایا اور زہر آلود نظروں سے تابش کو گھورتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

تابش بھی اٹھ کر اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"اگر آپ کچھ دیر رک جائیں تو میں آپ کو بتاتا کہ آپ مجسم حسن ہیں" وہ اس کے پیچھے آتے ہوئے تیز تیز بول رہا تھا۔

"آپ کے حسن کی یکتائی کا اہم ستون آپ کی ننھی منی سنہری مونچھیں ہیں جو لڑکیوں میں خال خال ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔"

"کیا؟" وہ ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچی۔ وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا لیکن نگہہم نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی تھیں۔ گھر پہنچ کر وہ آئینے کے سامنے براجمان ہو گئی اور اپنے عکس کو گھور کر نادیدہ مونچھوں کو دیکھنے کی جدوجہد کرنے لگی۔ اس کی جلد اتنی شفاف اور بے داغ تھی کہ اسے کبھی تھریڈنگ یا ویکسنگ جیسی لغویات کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی تھی۔ ہاں البتہ چہرے اور بازوؤں پر ہلکا سا سنہری رواں موجود تھا جو اس کی خوبصورت جلد کی آب و تاب میں اضافے کا باعث ضرور تھا لیکن اسے مونچھوں جیسا ہولناک نام کسی طور نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس کم بخت تابش نے نجانے کیا دیکھ کر ایسا زہر اگلا تھا۔ تشویش کے باعث ساری رات اسے نیند نہ آسکی اور وہ بار بار اپنے اوپری ہونٹ پر انگلیاں پھیر کر خود کو تسلی دیتی رہی کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں لیکن دل میں ہونے والی کھد بد کسی طرح موقوف نہ ہوئی ساری رات کروٹیں بدلتے گزر گئی۔

اگلے روز کالج جاتے ہی وہ آمنہ کے سر ہو گئی۔ وہ نگہہم کی عجیب و غریب فرمائش سن کر حیران رہ گئی تھی اور اس نے خاصی پس و پیش سے کام لیا لیکن نگہہم کے بڑھتے ہوئے اصرار کے سامنے اسے ماننے ہی بن پڑی۔ وہ دونوں گرلز ہوسٹل کی بیک سائیڈ پر سیڑھیوں پر آلتی پالتی مار کر بیٹھیں۔

"دیکھو نگہہم یہ ذرا سا تکلیف دہ کام ہے اور تم میں برداشت کا مادہ بالکل بھی نہیں ہے۔" آمنہ نے دھاگے کو انگلیوں پر بل دیتے ہوئے آخری بار اس کی رائے جاننا چاہی۔

"تم تو مجھے بچوں کی طرح ٹریٹ کر رہی ہو۔ یہ اتنی ساری لڑکیاں جو یہ سب کچھ کرتی رہتی ہیں۔ میں نے تو انہیں کبھی چیختے چلاتے یا درد سے تڑپتے نہیں دیکھا۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا اور آنکھیں بند کر کے چہرہ آمنہ کے قریب کر دیا۔

"اب نخرے بند کرو اور جو تم سے کہا گیا ہے وہ کرو۔"

"ان لڑکیوں کی اور بات ہے۔ ان کی ہمت تو قابل داد ہے۔ جو اپنا چہرہ بگاڑنے کے لیے اتنی کڑی آزمائشوں سے گزرتے ہوئے ذرا بھی نہیں ڈولتیں۔ لو تمہاری مرضی۔" اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے دھاگے کا ایک سرا دانتوں میں دبایا اور انگلیوں میں تھامے ہوئے دھاگے کو نگہم کی ناک اور ہونٹ کی درمیانی جگہ پر رکھ کر انگلیوں کو قینچی کی طرح حرکت دی۔

نگہم کو ایک جھرجھری سی آگئی اور اس نے بے اختیار بائیں آنکھ پر ہاتھ رکھ لیا کیونکہ اسے خطرہ محسوس ہوا تھا کہ وہ کہیں باہر نہ جا گرے۔ اس کے چہرے پر مساموں سے پسینے کے قطرے پھوٹ پڑے تھے اور ایک آنکھ سے پانی بہنے لگا تھا۔

آمنہ کی چیخ سن کر وہ اس شاک سے باہر نکلی۔ ایک لمحے کے لیے تو اسے حیرت بھی ہوئی کہ تکلیف میں تو وہ تھی پھر آمنہ کو چیخنے کی کیا ضرورت تھی لیکن دوسرے ہی پل اسے احساس ہوا کہ اس نے اپنے دانت اس بے چاری کے ہاتھ پر گاڑ رکھے تھے۔ تو اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ دانتوں کی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے قدرے معذرت خواہانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ آمنہ کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔

"دراصل مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اتنی تکلیف ہو گی۔ اس لیے میں خود پر قابو نہ رکھ سکی۔" وہ شرمساری سے گویا ہوئی۔

"تم نے تو درندے کا روپ دھار لیا تھا اب نجانے مجھے کتنے ٹیکے لگوانا پڑیں گے۔" وہ روہانسی ہوتے ہوئے اپنا ہاتھ سہلانے لگی۔

"اب اتنی بھی مبالغہ آرائی نہ کرو۔" نگہم نے آنکھیں نکالتے ہوئے چمک کر کہا۔

"میں نے دانتوں سے ہلکا سا تمہیں چھوا ہی تھا کہ مجھے یاد آگیا کہ تم تو کئی کئی ہفتے نہاتی ہی نہیں ہو۔"

"یہ مبالغہ آرائی ہے یہ دیکھو۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں کے سامنے کیا جس پر دانتوں کے نشان ثبت تھے۔

"اچھا تم تو ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو۔ قصور تو تمہارا اپنا ہے جب تمہیں یہ کام کرنا ہی نہیں آتا تھا تو ہامی ہی کیوں بھری تھی۔ کسی اناڑی قصائی کی طرح مجھ پر تشدد کرنے لگیں اب میں اور کیا کرتی۔"

"اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ اس ذلیل لڑکے نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے۔" آمنہ کو پھر سے تابش پر تاؤ آنے لگا۔

"تم اس کے پسندیدہ سانچے میں ڈھلنے کے لیے مری جا رہی ہو اور پھر یہ بھی تکرار ہے کہ اس سے نفرت ہے۔ تم خود ہی بتاؤ یہ دماغی خلل نہیں تو اور کیا ہے۔ کالج کی کسی بھی لڑکی سے پوچھ لو تمہاری خوبصورت جلد اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی شفاف رنگت قابل رشک ہے۔ تم تو ان چند خوش قسمت لڑکیوں میں سے ہو جن کو آرائش و زیبائش کے لیے کسی مصنوعی سہارے کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی لیکن تم ایسی خر دماغ ہو کہ تابش کے کہنے پر تمہیں اپنی موچھیں نظر آنے لگی ہیں اگر بقول تمہارے تمہیں اس سے ایسی ہی چڑ ہے تو پھر تمہیں موچھوں کے ساتھ داڑھی بھی رکھ لینی چاہیے۔"

"تم تو میرے لازوال حسن سے جلتی ہو۔ اسی لیے ایسے گھٹیا مشورے دے رہی ہو۔" نگہم نے بے معنی سی ہنسی ہنستے ہوئے بات کو مذاق میں ٹالنا چاہا۔

"معصومیت کیونکہ تمہاری ہنسی بہت کھوکھلی ہے۔ تم کسے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہو مجھے یا خود کو۔" آمنہ بہت زیادہ سنجیدہ ہو رہی تھی۔ "حقیقت یہ ہے کہ تم اس کے عشق میں گلے گلے

ڈوب چکی ہو اور اس کی چاہت حاصل کرنے کے لیے ہر حد سے گزر جانا چاہتی ہو۔"

"نہیں تم غلط سمجھ رہی ہو۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس نے کمزور سا احتجاج کیا۔

"ایسا ہی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کو اس کی خاطر تکلیف برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی لیکن میں تم سے اتنا ضرور کہوں گی کہ تمہاری یہ روش تشویش ناک بلکہ تباہ کن ہے اس لڑکے جو انداز ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ اسے تم سے ذرہ برابر دلچسپی نہیں وہ صرف تمہارا مضحکہ اڑا کر اپنے لیے تفریح کا سامان کر رہا ہے۔ بعض لوگوں کی فطرت ہوتی ہے کہ دوسروں کو تضحیک کا نشانہ بنا کر آسودگی محسوس کرتے ہیں اور وہ بھی انہی لوگوں میں سے ہے۔ تم نے ایک تماشے کی صورت اپنا آپ اس کے ہاتھوں میں سونپ دیا ہے اور خود اذیتی کے اس کھیل کو اس حد تک بڑھا دیا ہے کہ تمہارے دامن سے آگ کے شعلے اٹھنے لگے ہیں۔" اب اس کی آواز میں ترحم کا عنصر نمایاں ہو گیا تھا۔

نگہہم نظریں جھکائے بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ اس نے آمنہ کو ٹوکنے کی کوشش نہیں کی۔

"تم مجھے بہت عزیز ہو نگہہم میں تمہیں آگ سے کھیلتا نہیں دیکھ سکتی۔ خدا کے لیے اپنے بے لگام دل کے بہکتے قدموں کو ضبط کی زنجیریں پہنا دو۔ تابش کی فطری چلبلاہٹ اور لاابالی پن کو تم کسی اور تناظر میں دیکھ رہی ہو۔ ابھی آنکھوں میں خمار کا رنگ کچا ہے ابھی سنبھلنا تمہارے اختیار میں ہے تم کنارہ کشی اختیار کر لو۔ وقت یادوں کے نقوش پر جالے بن کر ہر تصویر کو دھندلا دے گا۔ زخموں کا اندمال ہو جائے گا۔ لیکن اتنی تاخیر نہ کرو کہ فیصلے کا اختیار تم سے چھن جائے۔" وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ دھرے قطرہ قطرہ کڑواہٹ اس کے کانوں میں ٹپکا رہی تھی۔

"اور اس نے تمہیں آس کی کسی کچی ڈور کا سرا بھی تو نہیں تھمایا۔ جس کے لیے تم بہتے پانیوں کی شوریدہ سر روانی پر قدم رکھنا چاہتی ہو۔" وہ خاموش ہو کر نگہہم کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔ لیکن نگہہم کچھ نہیں بولی تھی۔ اس نے آمنہ کی سب باتیں سنی تھیں لیکن ان کا مفہوم وہ سمجھنا نہیں چاہتی تھی لفظ سماعتوں پر دستک دے کر نامراد ہی لوٹ گئے تھے۔ روح میں زنجیر پا خواہش کے شور تلے اس کی آواز کے سکون کی کھنک دب کر رہ گئی تھی۔ کالج میں باقی وقت اس نے بڑے بوجھل دل کے ساتھ گزارا تھا۔ آمنہ بھی اس کی چپ میں مخل نہیں ہوئی شاید وہ اسے سوچنے کے لیے موقع فراہم کرنا چاہتی تھی۔

کالج کے گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے اس کی نظر جس چہرے پر ٹھہری تھی۔ وہ تابش کا چہرہ تھا یکبارگی دل اپنی چال سے چوک گیا تھا۔ تابش بھی اسے دیکھ چکا تھا اور جینز کی جیبوں میں ہاتھ گھسائے چہرے پر بڑی فسوں خیز مسکراہٹ لیے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ دل کو سرزنش کرتے ہوئے نظریں جھکائے اس کے پاس سے کترا کر گزر گئی اور سڑک پار کر کے دوسری طرف فٹ پاتھ پر تیز قدموں سے چلنے لگی۔ اپنے عقب میں قدموں کی مخصوص چاپ اسے احساس دلا رہی تھی کہ وہ بھی اس کے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ اس نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں غنیمت تھا کہ فٹ پاتھ پر اکا دکا لوگ ہی نظر آ رہے تھے البتہ سڑک کے دوسری جانب لڑکے لڑکیوں کی کثیر تعداد موجود تھی جو اپنی اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے کسی سواری کے انتظار میں تھے۔ نگہہم کو مطلوبہ ویگن میں بیٹھنے کے لیے اگلے چوراہے تک جانا تھا۔

"آپ یہاں بھی پہنچ گئے۔" اس نے پیچھے دیکھے بنا دانت پیستے ہوئے کہا۔

"شکر ہے آپ نے زبان تو کھولی ورنہ میں تو اذن ملاقات کے انتظار میں اندھا ہوا چلا تھا۔" وہ اس کے بولنے کو اجازت سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ قدم ملا کر چلنے لگا۔

"میں ایک گھنٹے سے انتظار کی صعوبتیں جھیل رہا تھا اور آپ آگ اس بے رخی سے چل دیں۔ چاہنے والوں کے انداز ایسے تو نہیں ہوا کرتے۔"

تبسم نے سختی سے ہونٹ بھینچتے ہوئے قدم کی رفتار بڑھائی۔

"میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ یہاں گھر میں تو آپ سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا اسی لیے میں یہاں چلا آیا۔"

"یا خدا ابھی اسے موقع نہیں ملتا اگر مل گیا ہوتا تو جانے کیا ہو جاتا۔" اس نے چکرا کر سر تھام لیا۔

"میں آج آپ سے دو ٹوک بات کرنے آیا ہوں۔"

"لیکن میں آپ کی کوئی بات سننا نہیں چاہتی۔"

"آپ کو سننا ہو گی کیونکہ یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔" وہ ڈھیلے پن سے کہتے ہوئے اس کے سامنے آگیا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟ میرا راستہ چھوڑیں۔" اس نے نوسٹ ہٹا کر آس پاس دیکھا کچھ لوگ ان کی طرف متوجہ ہو کر معنی خیز نظروں سے انہیں دیکھنے لگے تھے۔

اس کے لہجے میں پنہاں دھمکی کو محسوس کر کے وہ شدید بے بسی کے احساس میں گھر گئی۔ فٹ پاتھ سے اتر آئی۔ فٹ پاتھ نہر سے خاصا اونچا تھا اور یہاں وہ لوگوں کی حظ اٹھاتی نگاہوں سے قدرے محفوظ رہ سکتی تھی۔ اسے شدت سے اپنی بے بسی کا احساس ہو رہا تھا اگر وہ تابش کے کہے پر عمل نہ کرتی تو اس سے کچھ بعید نہیں تھا کہ اپنے نادر خیالات کا اظہار با آواز بلند شروع کر دیتا۔

"اب جلدی سے جھونک چکو۔" اس نے تمام ادب آداب بالائے طاق رکھتے ہوئے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔

"توبہ توبہ ایسی زہر افشانی اور وہ بھی آپ جیسی مہذب اور شائستہ لڑکی کے منہ سے یقین نہیں آرہا۔" تابش نے گال پیٹتے ہوئے مصنوعی تاسف کا اظہار کیا۔

"یہ بھانڈوں والی حرکتیں کہیں اور جا کے کرنا۔ جو بکنا ہے فوراً بک دو کیونکہ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"ارے ہاں خوب یاد دلایا وہی بات کہنے کے لیے تو میں نے آپ کو زحمت دی ہے۔" اس کے انداز میں ہنوز اطمینان تھا۔ "بات یہ ہے کہ میں ایک سو ایک طریقوں سے اپنی محبت کا اظہار کر چکا ہوں۔" یکدم ہی اس نے یتیموں والی شکل بنالی تھی اور آواز سے بھی مسکینیت ٹپکنے لگی تھی۔ "میں نے لاکھ جتن کیے کہ آپ کے دل میں جگہ پا سکوں میں نے آپ کو پیار کے نذرانے پھولوں کی صورت میں پیش کیے کم و بیش پندرہ مقامات پر آپ کے حسن جہاں سوز کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار کاوشیں ہیں جن کا ذکر میں وقت کی کمی کے باعث نہیں کروں گا۔ آپ اس قدر ڈھیٹ حسینہ ہیں کہ آپ نے میری ہر کوشش پر بڑی سرد مہری سے پانی پھیر دیا۔"

"میں تم پر اور تمہاری محبت پر لعنت بھیجتی ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے اس کی آواز اونچی ہو گئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ غصے کی شدت سے اس کی دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ آنکھوں کے سامنے سرخی سی چھانے لگی تھی۔

"اور اب اگر تم نے میرا تعاقب کیا تو میں شور مچا دوں گی۔ تم اس طرح سے مجھے بلیک میل نہیں کر سکتے۔" وہ کانپتی ہوئی انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتی ہوئی فٹ پاتھ کی طرف بڑھنے لگی اسے کچھ تعجب ہوا توقع کے برعکس تابش اس کے پیچھے نہیں لپکا تھا بلکہ اس نے صرف ایک ہلکی سی سیٹی بجانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ لیکن جلد ہی حیرت کی جگہ خوف نے لے لی۔ جب ٹیڈو دوڑتا ہوا آ کر یوں اس کے قدموں سے لپٹ گیا جیسے برسوں کی انسیت ہو۔ اس کے حلق سے برآمد ہونے والی چیخ بڑی بے ساختہ تھی اور چلتے قدم رک گئے تھے کیونکہ ٹیڈو کی خاموشی کے برعکس اس کے تیور کچھ زیادہ دوستانہ نہیں تھے۔ شاید وہ کہیں قریب ہی موجود تھا۔ اسی لیے تابش کی ہلکی سی پکار پر دوڑا چلا آیا تھا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے تابش کی طرف دیکھا تو وہ سینے پر ہاتھ باندھے بڑے بے نیازانہ انداز میں کھڑا تھا۔

digest novels lovers group

"تمام کتوں کی فطرت یہی ہوتی ہے کہ ہر متحرک چیز پر جھپٹ پڑتے ہیں اور نیڈو کو تو بھاگتی دوڑتی چیزیں کچھ زیادہ ہی اٹریکٹ کرتی ہیں۔" وہ یوں مزے سے بتانے لگا جیسے کتوں پر بننے والی کسی ڈاکومنٹری فلم کا صداکار ہو۔

"تم نہایت لفنگے ہو۔"

"نہ نہ چیخنے کی غلطی نہ کیجیے گا۔" وہ اس کی بات کاٹ کر تنبیہی انداز میں کہنے لگا۔ "نیڈو کو چیختی چلاتی لڑکیوں سے سخت چڑ ہے۔ اس کی نفیس طبیعت ایسی بدتمیزی کو برداشت نہیں کر پاتی اور ایسے میں اس کا ری ایکشن بھی بہت شدید ہوتا ہے۔"

"آخر تم کیوں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑے ہو کیا چاہتے ہو مجھ سے؟" وہ کسی قدر دھیمی پڑ گئی کیونکہ نیڈو کے حلق سے نکلنے والی غراہٹیں اور دانت نکوسنے کا وحشت ناک انداز تابش کی بات کی تصدیق کر رہا تھا۔

"ہاں یہ ہوئی ناں بات۔" وہ چہکا۔ "بس آپ چند منٹ یہاں گھاس پر اطمینان سے تشریف رکھیں اور میری قسمت کا فیصلہ کرنے کے بعد بے شک ایک لمحہ بھی نہ ٹھہریے گا۔"

نگہم ڈھیلے قدموں سے چلتے ہوئے اس کے قریب آکر دھم سے گھاس پر بیٹھ گئی۔ نیڈو نے کسی باڈی گارڈ کی طرح اس کا ساتھ دیا تھا اور اب اس طرح چوکنے انداز میں اس کے سر پر سوار کھڑا تھا۔ جیسے اس کے جنبش کرتے ہی اس پر حملہ کر دے گا۔

"ہاں تو مس نگہم میں کہہ رہا تھا کہ آپ نے میری محبت کا جواب کبھی محبت سے نہیں دیا آپ کے گریز کی وجہ جو بھی ہو۔ لیکن میرے دل کی کیفیت یہ ہے کہ ایک دن آپ کو نہ دیکھوں تو بے چین ہو جاتا ہوں۔"

اپنے اردگرد چلکراتا ہوا تابش اسے کسی تھرڈ کلاس رومانوی فلم کا ہیرو لگ رہا تھا لیکن بہرحال اس کی توجہ تابش کی نسبت نیڈو کی طرف زیادہ تھی۔

"اور آپ ہمارے گھر میں آتی بھی ہیں تو صرف ایک گھنٹے کے لیے اور چالیس پچاس منٹ بیٹھ کر رخصت ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ فیس ہم آپ کو پورے گھنٹے کی دیتے ہیں لیکن گھبرائیے مت میں آپ سے پیشہ ورانہ بے ایمانی کا حساب لینے نہیں آیا میں تو اپنی تشنگی کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ ہر عاشق کو سنگ دل محبوب کے پتھر دل کو پگھلانے کے واسطے اپنی محبت کا امتحان دینا پڑتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کے نزدیک جذبوں کی شدت کو پرکھنے کی کسوٹی کیا ہے لیکن میں نے یک طرفہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ اپنی جان دے کر اس محبت کو امر کر جاؤں جو میرے دل کا ناسور بن گئی ہے۔" اس کی آواز میں جذبات کی آمیزش ضرورت سے کچھ زیادہ تھی۔

"یہ تو میرے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات ہو گی کہ میں اس دنیا کو آپ کے ذلیل وجود سے نجات دلانے کا ذریعہ بن جاؤں۔" نگہم نے کن انکھیوں سے نیڈو کو دیکھتے ہوئے محتاط لہجے میں کہا۔

"اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو سر آنکھوں پر۔ میں اس نہر میں کود کر اپنی جان دے دوں گا۔ تب تو آپ کو میری سچائی کا یقین آجائے گا۔" وہ سلگتے سلگتے رک گیا تھا۔

"جی جی بصد شوق اس نیک کام میں ایک لمحے کی تاخیر بھی میری لیے باعث اضطراب ہے۔" نگہم کا انداز جوش دلانے والا تھا۔ "ویسے میرے خیال میں اس نہر کی گہرائی آپ کو غرق کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہو گی اگر آپ کسی دریا بلکہ سمندر کا انتخاب کرتے تو زیادہ مناسب تھا۔"

"شاید آپ جانتی نہیں کہ مجھے سوئمنگ نہیں آتی اور مجھے ڈوبنے کے لیے چلو بھر پانی بھی کافی ہو گا۔" وہ یوں پر تولنے لگا جیسے واقعی ہی چھلانگ لگا دینا چاہتا ہو۔

نگہم نے قدرے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"لیکن مجھے ایک منٹ کی مہلت دیجیے میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔" وہ اچانک رک کر کنارے سے واپس پلٹ آیا۔

"آپ کو انتظار کی زحمت تو اٹھانا ہوگی لیکن نیڈو آپ کو اچھی کمپنی دے گا۔" وہ یوں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا جیسے کوئی چیز تلاش کر رہا ہو۔

نگہم چیختے ہوئے اعصاب کو سنبھالے سخت اضطراب میں پہلو پر پہلو بدل رہی تھی۔

"تم رک کیوں گئے؟ آگے چھلانگ اور قصہ پاک کرو اگر تمہیں چند ایک ڈبکیاں بھی آ گئیں تو مجھے بڑی مسرت ہوگی۔" وہ چیلنج کرنے والے انداز میں بول پڑی۔

"جی میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔" وہ جھک کر گھاس پر گری ہوئی ایک لمبی سی ٹہنی اٹھا کر واپس مڑا اور کنارے پر ٹھہر کر ٹہنی کو پانی میں ڈال کر بڑے انہماک سے یوں ہاتھ کو حرکت دینے لگا جیسے پانی کی گہرائی کا تعین کرنا چاہتا ہو۔ نگہم اس کی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر تھی۔

"اگر تمہیں مسخرہ بننے کا اتنا ہی شوق ہے تو کسی سرکس میں جاب کیوں نہیں کر لیتے۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں جا رہی ہوں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے نیڈو کی طرف دیکھا جو اس کے اٹھنے پر مزید مستعد ہو گیا تھا۔

"آپ اتنی کٹھور کیوں ہیں کہ ایک مرنے والے شخص کو اپنی آخری دید سے محروم کر دینا چاہتی ہیں۔ دراصل وہ ماہ پہلے تو مجھے پانی کی گہرائی کا بخوبی اندازہ تھا۔" وہ سر کھجا کر جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا "لیکن گزشتہ بارشوں کے بعد پانی کے لیول میں یقیناً کچھ اضافہ ہو گیا ہے۔ میں تو صرف یہ ناپنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ یہ اضافہ کہیں جان لیوا تو ثابت نہیں ہوگا۔ محبت اپنی جگہ۔ لیکن عقل مندی کا تقاضا ہے کہ احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔"

"کیا؟" اس کی بات سن کر نگہم کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ "بھاڑ میں گئے تم اور جہنم میں گئی تمہاری محبت۔" وہ اپنی آکورڈ پوزیشن کی پروا کیے بغیر حلق کے بل چیخی تھی اور اس رفتار سے وہاں سے بھاگ پڑی کہ اگر نیڈو اس کے تعاقب میں آتا بھی تو اس کی برق رفتاری کے سامنے ٹھہر نہ سکتا لیکن اس نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ تابش نے اسے روکنے کے لیے آوازیں دی تھیں لیکن اس نے ویگن میں بیٹھ کر ہی دم لیا تھا۔

رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہی اسے احساس ہوا کہ خاصی دیر ہو چکی تھی اور اگر وہ پہلے گھر جاتی تو الغانیہ کو پڑھانے کے لیے وقت پر نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اگلے اسٹاپ پر اتر کر اس نے ایک پی سی او سے گھر کے پڑوس میں اطلاع دے دی کہ وہ ٹیوشن پڑھا کر ہی گھر آئے گی۔ وہاں سے دوسری ویگن پکڑ کر وہ گرین ٹاؤن چلی گئی تھی۔ ابھی وہ صوفے پر صحیح طرح سے بیٹھ بھی نہ پائی تھی کہ الغانیہ بڑے جوش و خروش سے اسے بتانے لگی۔

"مس ماما چاچو کی شادی کروا رہی ہیں۔ چاچی بڑی ہی پیاری ہیں بالکل Snow White جیسی۔" اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہو؟" اس کا لہجہ بہت تلخ تھا۔ الغانیہ سہم کر رہ گئی۔

"آج کوئی فضول بات مت کرنا میرے سر میں بہت درد ہے۔" آواز کی کپکپاہٹ کو چھپانے کے لیے اسے بڑی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔ آنکھوں میں تیرتی نمی چھلک کر اس کا بھید کھولنے کو بے چین تھی۔

الغانیہ اس کے گھرکنے پر کچھ دیر تو خاموشی سے بیٹھی ہوم ورک کرتی رہی لیکن پھر اس کا فطری اضطراب عود کر آیا۔

"مس یہ طلسم کدو کیا ہوتا ہے؟ کیا اسے بھی حلوا کدو کی طرح پکا کر کھاتے ہیں؟ میں نے کل ایک کہانی پڑھی تھی اس میں جادوگر کے پاس بہت بڑا طلسم کدو تھا اور شہزادی اس میں قید تھی۔"

"طلسم کدو نہیں طلسم کدہ ہوتا ہے اسٹوپڈ اور ایسی واہیات اسٹوریز کیوں پڑھتی ہو تم؟"

"نو مس وہ تو بڑے مزے کی اسٹوری ہے۔ میں ابھی آپ کو لا کر سناتی ہوں۔" وہ اٹھ کر جانے لگی۔

"خبردار اگر تم کہیں گئیں تو میں بہت بری طرح

پیش آؤں گی۔" اس نے آئرن رولر ہاتھ میں لے کر الغایہ کو دھمکایا۔ "لاڈ پیار نے تمہیں بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ پڑھائی سے جان چھڑانے کے بہانے ڈھونڈتی رہتی ہو۔" طیش سے اس کا وجود سلگنے لگا تھا۔

"بس اس میں پرستان کا شہزادہ بھی ہے۔ میں ابھی لے کر آجاؤں گی۔" وہ بدستور مچل رہی تھی۔

غصے سے نگہہم کی آنکھوں کے سامنے پردہ سا تن گیا۔ اس نے الغایہ کو بازو سے گھسیٹ کر اپنے قریب کیا اور آئرن رولر پوری قوت سے اس کے سر میں مار دیا۔

"نان سینس بدتمیزی کرتی ہو۔" اس کا ہاتھ رکا نہیں تھا وہ غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔

"خبردار اگر تم نے ذرا سی بھی آواز نکالی تو میں روزانہ تمہاری پٹائی کروں گی اور تمہیں لکھنے کے لیے اتنا کام دوں گی کہ لکھتے لکھتے تمہاری انگلیاں ٹیڑھی ہو جائیں گی۔" اپنے دہشت گردوں والے لب و لہجے پر وہ خود بھی حیران ہو رہی تھی۔

الغایہ کے حلق سے ایک سسکی بھی نہیں نکلی وہ بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس کی خطرناک حد تک سفید پڑتی رنگت دیکھ کر انجانے سے خوف نے نگہہم کے دل کو مٹھی میں لے لیا۔ اس نے اپنا پرس اٹھایا اور خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے کے قریب رک کر اس نے ایک نظر مڑ کے دیکھا تو الغایہ ابھی تک ایک سکتے کی سی کیفیت میں تھی وہ جلدی سے دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ باہر نکلتے ہوئے وہ تابش سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی جو نجانے کتنی دیر سے دروازے کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ گیٹ تک کا راستہ اس نے بڑی بوکھلاہٹ میں طے کیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

محبت کا خمیر درد کی زمین سے اٹھا ہے۔

یہ دکھ کی بیل ہے جو رگ جان سے لپٹ کر روح کی کوکھ میں سناٹے اتار دیتی ہے۔

سانسوں میں ریت اڑانے والی اور دھڑکن کی تال میں دکھ کا راگ بسانے والی محبت ہی تو ہے۔

وہ نجانے کتنی دیر سے آئینے پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ تھکن عکس بن کر اس کے چہرے پر ٹھہر گئی تھی۔ اسے اپنا چہرہ خود اجنبی سا لگ رہا تھا۔

"جب دل کے آنگن میں بانجھ محبت کا دکھ اتر آئے تو شاید چہرے پر ایسے ہی زردیاں کندہ ہو جاتی ہیں۔" اس نے رخساروں کو چھوتے ہوئے نل کھولا اور یونہی بے مقصد چہرے پر پانی کے چھپکے مارنے لگی پانی تو سرد تھا لیکن جلتی آنکھوں کو چھو کر جھلسنے لگا تھا۔

"آنسو پانی کے ساتھ مل بھی جائیں تو بھی اپنی شناخت نہیں کھوتے کیونکہ آنسوؤں کے قالب میں درد کا شرر چھپا ہوتا ہے۔"

♥ ♡ ♡ ♥

وہ آخری بار الغایہ کے گھر آئی تھی۔ گھر سے سوچ کر نکلی تھی کہ فاکہہ آپی سے فیصلہ کن بات کرے گی اور پھر کبھی وہاں نہیں جائے گی مگر گیٹ کے سامنے پہنچ کر اس کے ذہن میں گزشتہ روز کا واقعہ لہرایا تو ایک لمحے کے لیے دھڑکنیں منتشر ہو گئیں۔ کل غصے میں وہ بالکل ہی خود پر قابو کھو بیٹھی تھی۔ الغایہ کی اڑی ہوئی رنگت اور متوحش آنکھیں دیکھ کر اسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا اور پھر تابش نے جس خاموشی سے اسے جانے دیا تھا اس نے اس کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ وہ سر جھٹک کر سوچوں سے دامن چھڑاتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ تابش کو پورٹیکو کے پلر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا دیکھ کر دل سے ایک ہوک اٹھی تھی۔

"شاید یہ آخری ملاقات ہے۔ اس کے بعد سب کچھ ختم ہو جائے گا آج کے بعد میں اسے کبھی نہ دیکھ پاؤں گی۔" اس کے روم روم سے ٹیس اٹھ رہی تھی۔

"اب تم کس لیے آئی ہو؟" اسے تابش کا لہجہ بہت بدلا بدلا سا لگا۔ اس نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تمہیں حیرت کس بات پر ہے اپنی سفاکی پر یا ہمارے تحمل پر۔" وہ اب بھی کچھ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"لیکن میں شاید کچھ زیادہ تحمل کا مظاہرہ نہ کر پاؤں' اگر الغابیہ مر گئی تو تمہیں بھی قبر میں اترنا ہو گا۔"

اس کے سرد لہجے نے نگہم کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا دی۔

"کیا مطلب؟ کیا ہوا الغابیہ کو؟" اندیشوں کے ناگوں کی پھنکاریں روح کو سمانے لگی تھیں۔ الغابیہ کا زرد پڑتا چہرہ آنکھوں کے سامنے رقصاں تھا۔

"تم بولتے کیوں نہیں کیا ہوا الغابیہ کو۔۔۔؟" وہ کچھ دیر اس کے چہرے پر نظریں گاڑے کھڑا رہا اس کی خاموشی سے نگہم کے دل کی دھڑکنیں مدھم پڑنے لگی تھیں۔

"وہ ہاسپٹل میں زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ مار ڈالا ہے تم نے اس کو۔" وہ اتنی زور سے چیخا کہ نگہم سراسیمگی سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی اسے اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"کیا؟" اس کے حلق سے خرخراہٹ برآمد ہوئی۔

"جس بچی نے کبھی ڈانٹ نہیں سنی تم نے اس پر اتنا بہیمانہ تشدد کیا کہ وہ موت کی وادی کے کنارے پہنچ گئی اور اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ اس معصوم کی جان لینے کے بعد تم زندہ رہ سکو گی تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

"یہ سب جھوٹ ہے۔ میں خود اندر جا کر دیکھوں گی تم یقیناً" مذاق کر رہے ہو۔" اسے خود اپنی آواز بہت کھوکھلی لگی تھی۔

"ہاں جاؤ ضرور دیکھو جس گھر کو تم نے قبرستان بنا دیا ہے وہاں اپنی فتح کا جشن مناؤ۔"

نگہم نے دیوار کا سہارا لے لیا کیونکہ بے جان ہوتی ٹانگیں جسم کا بوجھ سہارنے کے قابل نہیں رہی تھیں۔

"عامر نے مجھے بتایا تھا کہ تم اسے اور زینی کو بھی وحشیوں کی طرح پیٹتی ہو۔ کاش میں اس وقت ہی سمجھ جاتا کہ تمہارے ذہن میں کوئی گتھی ہے کوئی ایسی نفسیاتی الجھن ہے جو بعض اوقات تمہیں انسانیت کی قدریں بھلا دیتی ہے اور تمہیں تشدد پر اکساتی ہے۔ تم اپنے اندر کی تلخیوں کا حساب ان سے لیتی ہو جو کمزور ہیں جو پلٹ کر تمہارا ہاتھ نہیں روک سکتے۔ بچے تو فرشتے ہوتے ہیں۔ صرف پیار کیے جانے کے لیے اور تم ایسی شقی القلب ہو' اوہ میرے خدا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تمہاری ظاہری تب و تاب نے تمہاری ہر خامی کو میری نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔ کاش تمہارا یہ روپ میں پہلے دیکھ لیتا تو آج الغابیہ یوں بستر مرگ پر موت کی منتظر نہ ہوتی۔"

الفاظ نشتروں کی صورت ایک ایک رگ میں پیوست ہو رہے تھے۔ اس کی یہ کون سی صورت اسے دکھائی جا رہی تھی کہ اسے خود سے گھن آنے لگی تھی۔ وہ اب کبھی اس دنیا کو نہیں دیکھنا چاہتی تھی اس نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔

"تم مجھے ہاسپٹل لے چلو میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"وہ کل سے بے ہوش ہے ڈاکٹرز کے مطابق سر پر لگائی جانے والی ضربات جان لیوا ثابت ہو سکتی ہیں۔ وہ صرف چند لمحوں کے لیے ہوش میں آئی تھی اور جیسے ہی تمہارا نام لیا گیا وہ چیخنے لگی۔ خوف سے اس پر تھرتھری طاری ہو گئی ویسے بھی اگر تم وہاں چلی گئیں تو بھیا اور بھابھی تمہارا گلا گھونٹ دیں گے وہ تو تمہارے خلاف ایف آئی آر درج کروا دینا چاہتے تھے لیکن میں نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ کیا کروں مجبور ہوں نا مجھے تم سے محبت جو ہے۔" وہ اس کی جانب بے یقینی سے دیکھنے لگی وہ رخ پھیرے کھڑا تھا۔

"تابش مجھے بچاؤ میرا سانس بند ہو رہا ہے۔" وہ بلکتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا میں نے اسے مارنا نہیں چاہا تھا میں تو۔۔۔" سسکتے ہوئے لفظ لرزتے لبوں پر دم توڑ رہے تھے۔ حلق میں آنسوؤں کے پھندے نے باعث اس سے بات مکمل نہ ہو سکی۔

"اگر تم مجھ سے کسی ہمدردی کی توقع کر رہی ہو تو میں تمہیں کسی خوش فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ اگر وہ زندگی کی بازی ہار گئی تو میں اپنی محبت کے باوجود تمہیں پھانسی کے پھندے پر جھولتا دیکھنا چاہوں گا۔" اس کا

digest novels lovers group

لہجہ اتنا برفیلا تھا کہ نگہبہم کو جھرجھری آگئی۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔" وہ چہرے پر ہاتھ رکھے ہچکیوں کے درمیان بولی تھی۔

"میری وجہ سے؟"

"ہاں تمہاری وجہ سے اگر تم مجھے اتنی ذہنی اذیت نہ دیتے تو میں اس پر ہاتھ نہ اٹھاتی' تمہاری بے حسی نے مجھے مجبور کر دیا تھا اگر تم مجھ سے محبت کے دو میٹھے بول کہہ دیتے تو میری جلتی روح یوں چنگاریاں نہ اڑاتی۔" وہ پھولی سانسوں کے درمیان بمشکل بول رہی تھی۔

"تمہارے دیئے ہوئے نارسائی کے زخم ہی میرے بدن پر آبلے بن کر پھوٹے ہیں' لیکن میں تم سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گی۔ جو انسان محبت نہ کر سکتا ہو وہ کسی پر مہربانی کیا کرے گا۔ تم میرے خلاف ایف آئی آر کٹوا کر مجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دو۔ وہ محبت جو میں نے تم سے کی ہے اس کی سزا تو ملنی ہی چاہیے مجھے۔" اس کا گلا رندھنے لگا تھا اور آواز پست سی ہو گئی تھی۔ اس نے بے بسی سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر چہرہ گھٹنوں پر جھکا لیا۔

"ایف آئی آر تو ضرور کٹے گی اور جیل میں بھی بھجوایا جائے گا۔ بس ذرا تازہ ترین اطلاع کا انتظار ہے۔ جیسے ہی بچی نے آخری سانس لی یہ سب کام کر لیے جائیں گے۔" اس کے بدلے ہوئے لہجے نے نگہبہم کو چونکا دیا۔ اس نے آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھا کر بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بدستور رخ موڑے ہوئے تھا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو یہ سب بکواس ہے۔ اگر الفایہ اتنی بیمار ہوتی تو تم گھر پر کیوں موجود ہوتے تم بھی سب کے ساتھ ہاسپٹل میں ہوتے۔" اس کے حواس شاید اب کچھ کام کرنے لگے تھے ورنہ اب تک یہ بات اس کے ذہن میں نہیں آئی تھی۔

"میں تو اس لیے یہاں موجود ہوں تاکہ تمہیں فرار ہونے سے روک سکوں اگر مجرم ہی غائب ہو جائے تو قانونی کارروائی کا کیا فائدہ۔" ابھی وہ بول ہی رہا تھا کہ الفایہ ڈرائنگ روم کا دروازہ دھکیلتی ہوئی باہر آگئی۔

اسے دیکھ کر نگہبہم ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟ تمہاری حالت بہت نازک ہے۔ چلنا پھرنا خطرے سے خالی نہیں چلو جا کر بستر پر لیٹ جاؤ۔" تابش بوکھلا کر جلدی جلدی اسے واپس بھیجنے کی کوشش کرنے لگا۔

"میں تو بتانے آئی ہوں کہ یہ چاچی بہت گندی ہیں۔" وہ ناک سکوڑ کر بت کی طرح ایستادہ نگہبہم کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"انہوں نے مجھے بہت مارا ہے میرے سر میں گول مول لیمن آلو گیا ہے۔" وہ آنکھوں میں آنسو بھر کر اپنا سر ٹٹولنے لگی۔

"ہم اچھی والی چاچی لے کر آئیں گے جو نہ ماریں اور نہ ڈانٹیں۔"

"تم اندر جاؤ میں کل تمہیں چاچیوں کی منڈی لے کر جاؤں گا وہاں سے اپنی پسند کی چاچی لے لینا میں ذرا اس چاچی کو چپ کروا دوں۔ دیکھو میں نے کتنی پٹائی کی ہے اس کی رو رو کے بے چاری کی شکل ناقابل شناخت ہو گئی ہے۔" تابش نے الفایہ کو اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا اور پلٹ کر تیز قدموں سے چلتا ہوا نگہبہم کے قریب آگیا جو اب تک کسی مجسمے کی طرح ساکت وصامت کھڑی تھی۔ تابش کے پاس آنے پر بھی اس کی پلکوں میں جنبش نہ ہوئی تھی۔

"اس سے پہلے کہ تم فرار ہو جاؤ میں تمہیں ہتھکڑیاں پہنا دینا چاہتا ہوں۔" اس کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں شرارت رقصاں تھی۔ اس نے جلدی سے ٹیبل سے پھولوں کے گجرے اٹھائے اور نگہبہم کی کلائیوں میں پہنا دیئے۔ اس کے وجود میں اب بھی کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی اور آنکھیں جیسے کسی غیر مرئی نکتے پر جمی ہوئی تھیں۔

"بھیا اور بھابھی تمہارے گھر تمہاری شکایت درج کروانے گئے ہیں ہو سکتا ہے اب تک تمہیں سزا بھی سنائی جا چکی ہو۔" وہ اتنے قریب آ کر سرگوشی میں بولا

تھا۔ نگہیم نے اس سے نکلتے سانسوں کی حدت اپنے چہرے پر محسوس کی۔

"تمہیں جس جیل میں رکھا جائے گا اس کا جیلر بڑا رومان پسند ہے۔ اس سے بچ کر رہنا۔" تابش نے اس کا یخ ہاتھ تھام کر اپنے جھلتے ہونٹوں کا لمس دینا چاہا تھا کہ اس نے جھٹک کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور کلائیوں میں سے چوڑیوں کو نوچ کر پھینک دیا۔ اس کے یوں بھڑکنے پر تابش کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔

"کیا ہوا؟ کیا ہتھکڑیوں کا بوجھ بہت زیادہ تھا؟" اس نے اپنی ناگواری کو چھپاتے ہوئے شگفتگی کا مظاہرہ کیا۔

"مجھ جیسی قابل نفرت لڑکی کے ساتھ کوئی رشتہ جوڑ کر تم اپنی زندگی کیوں برباد کرنا چاہتے ہو؟ میں تو نفسیاتی مریضہ ہوں۔ میری شخصیت میں نفسیاتی کجیاں ہیں۔ مجھے تو پاگل خانے یا کسی سائیکاٹرسٹ کے کلینک پر ہونا چاہیے۔ تم جیسے نارمل اور صحت مند رویوں کے مالک انسانوں کو مجھ سے دور ہی رہنا چاہیے۔" وہ چہرے پر تنفر لیے بڑی درشتگی سے کہہ رہی تھی۔

"وہ تو محض ایک مذاق تھا۔ میں تو تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ غصے میں آپے سے باہر ہو جانا بعض اوقات سنگین واقعات کو جنم دیتا ہے اور تم اپنی شخصیت کی اس کمزوری پر قابو پانے کی کوشش کرو۔" اس آکورڈ سچویشن نے تابش پر گھبراہٹ طاری کر دی تھی۔

"اب ہمارا والا معاملہ ہی لے لو۔ میں کل سے الغانیہ کو بہلا رہا ہوں کہ کہیں وہ اس واقعے کا ذکر بھابھی سے نہ کر دے۔ اکلوتی ہونے کی وجہ سے وہ بھیا اور بھابھی کی اس قدر لاڈلی ہے کہ اس سے کبھی اونچی آواز میں بات بھی نہیں کی جاتی۔ اگر وہ بھابھی سے کہہ دیتی کہ تم نے اسے مارا ہے تو انہیں بہت برا لگتا اور پھر شاید ہماری شادی کا مسئلہ بھی کھٹائی میں پڑ جاتا۔ تم نہیں جانتیں ان کے لیے الغانیہ ہر چیز سے زیادہ اہم ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں بات کرتے ہوئے بگڑی ہوئی صورتحال کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

لیکن نگہیم کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بدستور نفرت کی آگ ہلکورے لے رہی تھی۔

"تمہیں تو نفسیاتی معالج ہونا چاہیے۔ کس شاندار طریقے سے تم روحانی بیماریوں کا علاج کرتے ہو، لیکن شاید خود تمہیں بھی علاج کی ضرورت ہے۔ میری بیمار روح کے سڑے ہوئے زخم تو تم نے دیکھ لیے لیکن اپنی ذات پر دمکتے ہوئے بے حسی کے داغ یقیناً تمہاری نگاہوں میں کھٹکتے نہیں ہوں گے۔ تم نے مجھے اس طرح ذہنی ٹارچر کیا کہ میرے اعصاب جواب دے گئے۔ میں مانتی ہوں میں نے غلطی کی تھی لیکن میری ذات میں کڑواہٹ کا زہر تم نے گھولا ہے۔ تم مجھے ایک بے جان چیز کی طرح ٹریٹ کرتے رہے۔ تم نے مجھے مذاق کے نام پر اتنی اذیت دی کہ میری نس نس میں درد سما گیا اور آج تم نے کیا کیا یہ بھی تمہارے لیے مذاق ہوگا۔ ایک بے ضرر مذاق جس کے نتیجے میں شاید میری سانسیں رک جاتیں لیکن تمہیں کیا تم تو معاشرے کی اصلاح ایک نہایت لطیف اور پرمزاح طریقے سے کر رہے ہو۔ اپنا مشن جاری رکھو شاید میرے علاوہ اور لوگ بھی تمہاری مسیحائی سے فیض یاب ہو جائیں۔"

تابش سر جھکائے خاموشی سے اس کو سن رہا تھا لیکن جیسے ہی وہ بات ختم کر کے واپس جانے لگی وہ بھاگ کر اس کے قریب پہنچا اور اس کی کلائی پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ نگہیم نے بڑی مشکل سے خود کو اس پر گرنے سے بچایا۔ تکلیف کے مارے اس کے حلق سے سسکاری نکل گئی۔

"چھوڑو مجھے۔ تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ مجھے چھوؤ۔ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔" وہ کسمسا کر خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرانے کی سعی کرنے لگی۔ وہ اپنی کلائی چھڑوانے کے لیے اپنے بدن کی پوری قوت صرف کر رہی تھی لیکن تابش کے مضبوط ہاتھ کی گرفت ذرا سی ڈھیلی بھی نہیں پڑی تھی۔

"آرام سے ٹھہر کر میری بات سنو۔" اس کے

چہرے پر پتھریلی سنجیدگی پھیلی ہوئی تھی۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم اتنی آگ بگولا ہو کیوں رہی ہو؟ جب انسان کو حقیقت کا آئینہ دکھایا جاتا ہے اور اس میں اسے اپنی مرضی کا عکس نظر نہیں آتا تو وہ یونہی تلملا جاتا ہے جیسے تم اپنا بگڑا ہوا عکس دیکھ کر بدک رہی ہو۔ اصل میں تم نے الغایہ پر خواہ مخواہ ہاتھ اٹھا کر جو غلطی کی ہے اس پر تم بہت شرمندہ ہو لیکن اپنی خجالت کو مٹانے کے لیے تم اونچی آواز اور درشت لب و لہجے کا سہارا لے رہی ہو۔ یوں چیخ چلا کر در اصل تم اپنے دل میں ہونے والے شور کو دبانا چاہتی ہو۔"

اس کی گرفت اب بھی ڈھیلی نہیں ہوئی تھی لیکن نگہیم نے جدوجہد موقوف کر دی تھی۔ اس کی آنکھوں سے بے آواز آنسو بہہ رہے تھے۔

"اچھا تمہیں جتنا بھی غصہ کرنا ہو مجھ پر کر لیا کرنا میں اف تک نہیں کروں گا۔ میرے سر میں تیس آئیں یا تربوز لیکن یہ سر ہر دم تمہاری خدمت میں حاضر رہے گا۔" وہ پھر شوخ ہو رہا تھا۔

"بلکہ میں تمہیں پاکستان آرمی میں بھرتی کروا دوں گا تاکہ دشمن کی فوجیں تمہارے آتش فشاں نما حسن کی حدت سے جل کر راکھ ہو جائیں۔ ویسے بھی تم میں ایک بھرپور جنگجو کی صلاحیتیں موجود ہیں۔"

"اپنے بھائی اور بھابھی کو موبائل پہ کال کر کے روک دو کہ وہ میرے گھر نہ جائیں کیونکہ میں تمہارے لیے کبھی ہاں نہیں کروں گی اور انہیں خواہ مخواہ ہتک کا احساس ہو گا۔" وہ ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو رگڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"اقرار تو تم کر چکی ہو اور وہ ریکارڈ پر موجود بھی ہے اب ہاں کرو یا ناں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔"

وہ کچھ نہیں سمجھی تھی اس کا اشارہ نجانے کس بات کی طرف تھا۔

"الغایہ کے آنے سے پہلے تم نے میری محبت میں ایک اچھا خاصا مقالہ پڑھا تھا اور اس کا ایک ایک حرف میرے دل پہ نقش ہے اگر کہو تو سنا دوں۔"

اسے یاد آیا کہ وہ روتے ہوئے کیا کیا بول رہی تھی تو بے اختیار دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں اور تابش سے بے طرح شرم آنے لگی۔ "میں تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی زندگی کوئی مذاق نہیں ہوتی لیکن تمہارے نزدیک تو ہر چیز ایک مذاق ہے۔ تم سنگین مذاق کرتے ہو اور پھر یہ خواہش رکھتے ہو کہ کوئی درد سے چلائے بھی ناں اور مسکرا کر تمہیں تمہاری عمدہ حس مزاح پر داد دے۔"

"اب معاف بھی کر دو نگہیم۔" وہ منت آمیز لہجے میں بولا۔

"چلو میں سنگین مذاق کرتا ہوں اور تم سنگین تشدد ہم دونوں سنگین مل کر زندگی کو رنگین بنا دیں گے۔" اس نے کچھ اس انداز سے کہا تھا کہ نگہیم کو اپنی ہنسی روکنے کے لیے زبردست جدوجہد کرنا پڑی۔

"مجھے آئینہ دکھانے کا بہت شکریہ لیکن کاش تم اس آئینے میں اپنا عکس بھی دیکھ لیتے۔" وہ بدستور کھردرے لہجے میں بول رہی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں آئینہ نہیں دیکھتا۔ میں تو چوبیس گھنٹے میں سے بیس گھنٹے آئینے کے سامنے گزارتا ہوں۔ اب اللہ نے اتنا زیادہ حسین دے دیا ہے کہ آنکھیں ہی نہیں بھرتیں۔"

"میرا ہاتھ چھوڑ دو پلیز مجھے درد ہو رہا ہے۔" اس نے پھر سے کلائی چھڑوانے کی کوشش کی۔

"ایسے تو میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ جب تک تم مجھے گارنٹی نہ دو کہ تم کوئی گڑبڑ نہیں کرو گی تم یہاں سے نہیں جا سکتیں۔" اس نے ہاتھ کی گرفت مزید سخت کرتے ہوئے نگہیم کو ذرا سا اپنی طرف کھینچ لیا۔ "اور اگر جلد ہی تم نے حسب منشا جواب نہ دیا تو میں اپنی گرفت کا دائرہ کار بڑھاتا چلا جاؤں گا۔" وہ بازو پھیلاتے ہوئے اس کی طرف جھکا۔

اس کے ارادے بھانپ کر وہ سرخ پڑ کر سمٹنے لگی۔

"پلیز مجھے جانے دو۔" اس کے قرب کی آنچ سے نگہیم کے دل کی دھڑکنیں پگھلنے لگی تھیں اور جسم کا سارا خون جیسے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔

"جلدی سے ہاں کہہ دو ورنہ اب میں آپکے رخسار مذاق کرنے لگا ہوں۔" اس نے بازو نگہم کے گرد لپیٹے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔

اس کی بولتی آنکھوں کے اشارے نگہم کے حواس مختل کر رہے تھے۔ "ہاں ٹھیک ہے میں۔۔۔" اس نے آنکھیں بند کر کے جلدی سے کہنا شروع کیا لیکن اٹک گئی۔ "اگر تم نے میرا ہاتھ نہ چھوڑا تو میں تمہارے ہاتھ پہ کاٹ کھاؤں گی۔" اس نے اچانک ہی پیشکش ادا کیا تھا۔

"تمہاری سوئی ہوئی خونخوار جبلت پھر سے جاگ گئی۔" تابش نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

اس کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی نگہم سرپٹ گیٹ کی جانب دوڑ پڑی۔ "میں نکاح کے وقت انکار کر دوں گی پھر تم بال نوچتے رہنا" وہ ایک لمحے کے لیے گیٹ کے قریب رکی۔

"تم فکر نہ کرو میں حنیدو کو ساتھ لے کر آؤں گا وہ خود ہی تم سے دستخط کروا لے گا۔" تابش نے وہیں سے ہانک لگائی۔

♥ ♡ ♡ ♥

تمام مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد تابش رات کے دو بجے پھولوں سے آراستہ و پیراستہ مجلہ عروسی میں داخل ہوا تو دلہن کو کھڑکی کے پاس چاند تاروں میں محو کھڑا دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ شاید نگہم کو اس کے اندر آنے کی خبر نہ ہوئی تھی۔ وہ دبے قدموں سے چلتا ہوا اس کے عقب میں پہنچا اور دھیرے سے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"بہت ہی بے شرم دلہن ہو ابھی رسمیں باقی ہیں اور تم ادھر سے ادھر مٹکتی پھر رہی ہو۔" اس نے نگہم کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے شوخی سے اسے اپنی جانب موڑ لیا۔

نگہم اس کے اس قدر قریب آنے پر اس بری طرح سٹپٹائی تھی کہ حیا سے بوجھل پلکیں بھی اٹھا نہ پا رہی تھی۔ پورا وجود دل بن کر دھڑکنے لگا تھا۔

خواتین ڈائجسٹ

کا مقبول ترین سلسلے وار ناول

جو بہنوں نے بہت پسند کیا

دل پھولوں کی کشتی

مصنفہ: نگہت عبداللہ

- خوبصورت سرورق۔
- بہترین چھپائی۔
- آفسٹ پیپر مضبوط جلد کے ساتھ

شائع ہو گیا ہے

قیمت صرف 400/ روپے

ڈاک خرچ 50/ روپے

کتاب بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے مبلغ 450/ روپے کا پیشگی ڈرافٹ یا منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

کتاب منگوانے کا پتا

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی 74200

فون نمبر 2216361

تابش کی پرشوق، والہانہ نگاہیں اس کے ایک ایک نقش کو کھوج رہی تھیں۔ آف وہائٹ اینڈ پیرٹ گرین کنٹراسٹ کے لہنگے بھاری جڑاؤ زیورات اور بیوٹیشن کی مہارت سے کیے گئے میک اپ نے اس کے حسن کی فسوفشانی کو مبہوت کردینے کی حد تک بڑھا دیا تھا۔ تابش کئی ثانیے اس کے چہرے سے نظریں نہ ہٹا پایا۔ وہ اس کی کمر میں بازو حمائل کیے اسے بیڈ تک لے آیا۔

"چلو یہاں آرام سے بیٹھو مشرقی دلہنوں کی طرح گردن جھکا کر۔" وہ لہجے میں تحکم پیدا کرتے ہوئے بولا۔

"ارے کہیں تم کھڑکی کے راستے فرار تو نہیں ہو رہی تھیں۔ شکر ہے میں وقت پر پہنچ گیا ورنہ میں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔"

نگہم خاموش بیٹھی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں مسکراتی اس کی لن ترانیوں کو سن رہی تھی۔

"ہاں یاد آیا ایک رسم ابھی باقی ہے۔ گود بھرائی تو ہو ہی نہیں پائی۔"

"تابش میں بہت تھک گئی ہوں۔" اسے زبان کھولنا پڑی کیونکہ صبح سے اکڑے اکڑے بیٹھ کر اسے اپنے پٹھوں میں کھنچاؤ محسوس ہو رہا تھا۔

"اور گود بھرائی کیسی؟ میرا تو کوئی دیور ہی نہیں ہے اور اگر تمہاری مراد انوار بھائی سے ہے تو میری گود ان کے لیے ناکافی ہوگی۔" اس نے انوار بھائی کے موٹاپے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"باتیں؟" تابش نے آنکھیں پھیلائیں۔

"کیا دلہنیں ایسے ہی پیر پیر بولا کرتی ہیں جیسے تم بول رہی ہو۔ خاموش بیٹھو تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے کہ گود بھرائی کے لیے کس کا انتخاب کیا گیا ہے۔" وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

نگہم حیران ہو رہی تھی کہ سب مہمانوں کے چلے جانے کے بعد تابش کو کیا سوجھی تھی کہ گود بھرائی کرنے چلا تھا۔

جب وہ کچھ دیر بعد نیڈو کو ساتھ لیے اندر داخل ہوا تو نگہم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"چلو بھئی آنٹی کی گود میں بیٹھ جاؤ۔" تابش کے اشارہ کرنے پر نیڈو اچھل کر بیڈ پر چڑھ گیا تھا۔ نگہم سراسیمہ ہو کر تھوڑا سا پیچھے کو کھسک گئی۔

"خبردار اگر تم میرے قریب آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" اس نے تکیہ اٹھا کر نیڈو کو تنبیہ کی۔

"اپنے انکل کے کندھوں پر چڑھو ان ہی سے تمہارا زیادہ قریبی رشتہ ہے۔" نیڈو سہم کر بیڈ سے نیچے اترا اور تابش کی ٹانگوں سے لپٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"اب تو بڑی شرافت دکھائی ہے اس نے ورنہ پہلے تو میرا خون خشک کر رکھا تھا۔" نگہم نے اس کی فرمانبرداری پر حیرت کا اظہار کیا۔

"دراصل یہ صرف غیر شادی شدہ لڑکیوں پر غراتا ہے۔ شادی شدہ خواتین سے تو اس کی بن جاتی ہے۔ چلو ٹھیک ہے اب تم باہر جاؤ دلہن تو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ گود بھرائی نہ سہی کچھ اور رسمیں ابھی باقی ہیں جو صرف دولہا دلہن کو ادا کرنا ہوتی ہیں۔" وہ دروازہ کھول کر نیڈو کو باہر نکالنے لگا۔ نگہم اس کا اشارہ سمجھ کر اپنے آپ میں سمٹ گئی۔ دل جیسے کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا تھا۔

"اب ان رسموں سے تو آپ کو کوئی انکار نہیں۔" تابش نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ہونٹوں کا نشان ثبت کرتے ہوئے بھیگے لہجے میں پوچھا تھا اور اس شگفتہ لہجے کی کن من پھواروں نے اس کے تن من کو پیار کی برکھا میں بھگو دیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا کسی کے نام کا ستارہ ریکھاؤں میں چمک رہا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلی چوم کر سرشاری سے آنکھیں موند لیں۔ رنگ میں ڈوبی ہوئی رات بہکی چال چلتی دھیرے دھیرے سرکنے لگی۔

✈ ✈

digest novels lovers group